

# طوائف گلاب خاں کی



میری دولت پر نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسی حالت میں...  
میری بیٹی کو ختم کرنے سے گریز نہیں کریں گے...  
اسے محفوظ ہاتھوں میں دینے کے بعد یہ قدم اٹھادیں...  
گفتہ "ڈیرا چل لو از کلن کی طرح تن گیا۔"

"آپ مجھ پر اعتبار کریں آپ کی صاحبزادی نہ ہو...  
تکلیف نہیں ہوگی آپ جہاں چاہیں گے میں اٹھوں...  
چھوڑ لوں گا یا جیسا آپ چاہیں گے سو یا کروں گا...  
نی انھوں خود کو پولیس کے حوالے کر دیں کیونکہ...  
مزید وہ مناسب نہیں ہے۔"

چل لو از کچھ دیر داور کے وجہ و کھیل چہرہ...  
دیکھا رہا اس کی آنکھوں میں چمک سی آئی تھی...  
"یہاں میری ایک شرط ہے اگر مانو تو ٹھیک ہے...  
سی تلی اے اور اسکاٹ لینڈ مارڈ والے بھی میری...  
نہیں پاسکتے۔"

کمرے میں قیامت خیز خاموشی طاری تھی ایک...  
سہلی بھی گرتی تو آواز سنائی دیتی۔ قیمتی ایریلی کلین کو...  
جوتے کی ٹو سے کرپڑا یا دوسرا چل لو از اپنے سینے خود کو...  
برسکون رکھنے کی کوششیں کر رہا تھا جبکہ دلوور کا چہرہ...  
پرستون باور مطمئن تھا اسے اب کامیابی کی سو فی صد امید...  
ہو چکی تھی۔

تیر میری بیٹی کا کیا ہو گا؟ "ڈیرے کے چہرے پر...  
دشا چین کی انست ابھرتی تھی پیشانی کی نہیں پھول...  
کئی تھیں داور نے اسے دیکھا۔

اللہ مالک ہے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ اس نے

نیلہ

"میری بیٹی میری اکلوتی لولا ہے وہ بھائی خاندانی...  
دھنی کے نسل اور نسل سلسلے میں مارے جا چکے ہیں...  
ہائی از شہ زادن کا بھی یہی حال ہوا اور جو بچے ہیں...

"تپ اپنی شرط بتائیں۔" دلوور باربار کلائی پر  
 غمگی رست دلچ بھی دیکھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ  
 مادر اچان کر اسے پریشان کر رہا ہے شاید پولیس والوں  
 کی قوت برداشت آزمانا چاہتا ہے۔  
 "نصیری بیٹی سے شادی کر لو۔" چل نواز نے اسے  
 پرانی لک چار میں بھیج دیا۔

"مگر" وہ اچانک گلنے والے جھکے سے سنبھل  
 نہیں پایا تھا دلوور نے یہ کیسی کڑی شرط لگادی تھی  
 کیا کمر والے ایک چال و ہشت کرو اور خدا کی بیٹی  
 سے داور کی شادی قبول کر لیں گے؟ خود بھی یقیناً  
 ایسا نہیں چاہے گا نہ اس کے رشتہ دار یہ بات پسند  
 کریں گے پھر کیا ہو گا چل نواز ہمیشہ کی طرح جیت  
 ہائے گا اور جو اس نے کئی بار سے اپنی عیندیں حرام کی  
 ہولی ہیں اپنا سکھ چھن چاہ کیا ہوا ہے وہ سب بیکار  
 جائے گا اور اس کے کیریئر کا اتنا بڑا کیس پونہمی خانوں  
 میں مڑتا رہے گا کتنی دیر یہ ہر پہلو پر غور کر رہا اور  
 بہت فیصلے کر چکے وہ ایک فیچر پر پہنچا تو خود کو کسی حد  
 تک کیڑ کر چکا تھا۔  
 "تھک سے جھکے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔" وہ  
 گہرے غور سے دیکھ رہا تھا۔  
 "تم جیسو بیٹی اپنی اماں ہوں۔" دلوور اندر غائب ہو

گیا۔ داور پر سوچ انداز میں اپنی پیشانی مسل رہا تھا  
 (ایک دفعہ خود کو میرے حوالے کر دے یہ چل نواز پھر  
 میں اس کی بیٹی سے اچھی طرح شادی کر دیں گا کہہ زہر  
 خند ہو رہا تھا اتنے میں چل نواز واپس آگیا اس کے  
 ہاتھ میں اشامپ پیپر تھا۔

"تو اسے پرہ لو میں پکا کام کرنا چاہتا ہوں۔"  
 دلوور نے اشامپ پیپر اس کی طرف بڑھایا تو دلوور  
 نے تھوڑب کے عالم میں پکڑا۔

"میں داور زکی ولد رحمن زکی چل نواز کی بیٹی ہوا  
 نواز سے اس شرط پر نکلنے کے لیے تیار ہوا ہوں کہ اگر  
 چل نواز خود کو قادیان کے حوالے کر دے تو نہ کل  
 چل نواز اتھارڈاں رہا ہے اسی لیے میں اس کی بیٹی  
 سے نکلنے کر دیں گا مگر خند آگوا حاضر ناظر جان کر کہہ رہا  
 ہوں کہ آخر دم تک اس رشتے اور عہد کو بھالوں گا۔"  
 "بہت خبیث ہے تو دلوور اچھل نواز" اس نے اندر  
 ہی اندر رانت کی۔

"میں نے تمہارے چہرے پر شرافت کی چمک  
 دیکھی ہے تمہارا سابقہ ریکارڈ کور باسو ڈینا میرے  
 سامنے ہے میں تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد  
 سے واقف ہوں اس لیے مجھے یقین ہے کہ میں اپنی بیٹی  
 کو محفوظ ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔"

”دوسرے جس کے ہاتھوں غیر محفوظ ہوں وہ تمہارے طرح خود غرض ہی ہوتا ہے۔“ دلاور نے دل میں کہا۔

”تم سائن کرد میں کل اپنی بیٹی کو بلوا رہا ہو سب انتظام ہو جائے گا۔“ ڈائری الب پچھ مطمئن سا تھا۔ دلاور حویلی سے لوہا تو بہت ریشٹن تھا چل لواز نے کس چالاکی سے اسے گھیرا تھا مگر ڈیڑی ماہ میں تھے اگر انہیں علم ہو جاتا کہ کل وہ ایک خطرناک مجرم کی بیٹی سے نکاح کر رہا ہے تو جانے کون کا کیا حال ہوتا سوچ سوچ کر اس کا دل بے چارہ ہوتا تھا اب پچھتے بٹتا بھی تو ممکن نہیں تھا کئی ملکی مسلسل محنت کے بعد ڈائری مر گئی ہوا تھا اپنے جرائم کو تسلیم کیا تھا تو وہ جیسے قنصلت تسلیم کر لیتا۔

دوسرے دن وہ بڑی بے چارے سے تیار ہو کر حویلی پہنچا اس نے اپنے ماتحتوں کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کیونکہ دل میں وہ کچھ اور سوچتے بیٹھا تھا۔ ”ڈائری اساتھیں بیٹھ چلا میں نے اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا ہے حالات ذرا معمول پر آجائیں تو میں پتھوں کا یہ ننگہ وقت کا یہی تقاضا ہے۔“ اس نے آہستگی سے کہا ڈائری اب بہت خوش لگ رہا تھا اس کی بات کو اہمیت نہیں دی۔

”تمہیک ہے بابا جیسی تمہاری مرضی۔“ وہ بے نیازی سے بولا تو دلاور کا خون کھول کر رہ گیا۔ سب اختیارات رکھتے ہوئے بھی وہ اس وقت کتاب اختیار تھا بس تھا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ڈائری چل لواز کے پرانے جائیدادوں اور نمک ڈناروں کی موزوں کی میں نکاح ہوا۔

”میری بیٹی اب تمہاری حفاظت میں ہے میں چاہتا ہوں کہ کیس کا فیصلہ ہونے تک اسے میری اصلیت کا علم نہ ہو تم جب تک اپنے گھر والوں کو راضی کو مجھے نہیں سمجھتے۔“ موزوں کی سزا کے علاوہ مجھے کم سزا نہیں ملے گی پر میرے جرائم کی سزا میری بیٹی کو نہ دینا میں تمہارے آگے کیا کہہ سکتا ہوں۔“ ڈائری نے اس کے آگے بڑھتے دلاور کو عجیب سا

”تمہیک ہے ایسا کچھ نہیں ہو گا۔“ اس نے اس سے زیادہ دلاور کو تسلی دی۔

”مجھے پتا تھا تم ایسا نہیں کرو گے سہر محل میری بیٹی کا خیال رکھنا حویلی چکر لگاتے رہتا اور جب اپنے گھر والوں کو راضی کر لو تو حیات کو تباہ میں تو بیٹی کی سزا میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔“ چل کے چہرے پر اند کا دکھ ابھر آیا تھا۔ دلاور بعد میں فوراً چلا آیا اس کا نام ختم ہو چکا تھا۔ سکس میں پوسٹنگ کے دوران یہ اس کی آخری بیٹی تھا کل چل نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اس نے اس تمام کارروائی کو خفیہ رکھنے کی کڑی شرط نکالی تھی۔

چل لواز نے کئی قتل کیے تھے ڈائری کے روپ میں وہ ایک نرم لڑکھن مالک تھا مگر وہ وہ ایک غیر ملکی تنظیم کے لیے کام کرتا تھا دلاور نے کہا تھا کہ وہ اہم حکومتی اراکین کا قتل ہو گیا تھا جن میں غیر ملکی نمائندے بھی شامل تھے یہ سب تنظیم کے ایمان پر ہوا تھا اب سے چل لواز حکومت کی نگاہوں میں آ گیا تھا جب سے غیر ملکی نمائندوں کا قتل ہوا تھا حکومت اور قانون کا دباؤ چل لواز پر پڑھ گیا تھا وہ سی آئی اے کو بھی مطلوب تھا اس سے پہلے وہ خفیہ اداروں کی نظر میں نہیں آیا تھا کیونکہ اس کی پشت پر ایک مضبوط مافیا ہاتھ تھا کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی نہ اس کے کارنامے اور جرائم عام ہوئے تھے صحافیوں کے ہاتھ بھی اس معاملے میں بندھے ہوئے تھے یہاں تک کہ جب اس نے خود کو قانون کے حوالے کیا تو اس موقع پر ایک صحافی بھی موجود نہیں تھا۔

دلاور مجرموں کی نفسیاتی کنڈریچوں سے خوب واقف تھا اس نے انتہائی ذہانت سے چل لواز کے گرد جلی بٹھا تھا اور وہ دلاور کے جیل میں پھنس کر خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا یہ الگ بات تھی کہ جانتے جاگتے دلاور کے جیل میں دلاور کو ہی پھنسا گیا تھا۔ دلاور ایجنٹس پولیس ڈائریمنٹ میں تھا انتہائی قلیل اور جیل میں ایف بی آئی کے معاملے میں اس کی ذہانت خاص کام نہیں آئی تھی وہ مزے سے اپنا ہوجہ اس کے

کندھوں پر پھینک گیا تھا داور نے تو اس بوجھ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی پورنہ اسے شوق تھا۔  
ڈی سی سکھنے لے اس تمام کيس میں حصہ لینے والے اہم افسران کے اعزاز میں ڈنر دیا تھا جن میں داور بھی شامل تھا عزت خود اس نے داور کی تعریف کی تمام افسران نے کھلے دل سے اس سارے کيس کا کریڈٹ داور کے کھاتے میں ڈالا تھا وہ بجا طور پر اس کا مستحق تھا۔ گرفتار ہونے سے پہلے داور نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو زیادہ دیر رشتہ دار بدل کے آسمان پر نہیں پہنچا سکتا اس لیے وہ جلد از جلد کمر والوں کو راضی کر کے اپنی امانت کو لے جائے لفظ امانت پر داور اندر تک گزرا ہو گیا تھا ایک خطرناک کمنڈ کی پیشی اس کی امانت ہو گئی تھی قسمت کی کیا قسم ٹھہری تھی۔

\*~\*~\*

”حیات بیا سائیں کب آئیں گے۔“ پروا ریشی ہو گئی تھی ہو سکتی تھی اسے ایک ہفتہ ہو چا تھا حیات نے بتایا تھا کہ وہ ضروری کام سے اسام آباد ہوئے ہیں جب انہوں نے علی دلو کو ان کے یہ سٹروان کر کے فوراً چنے آنے کے لیے کہا تو وہ اس وقت ٹھک گئی تھی یہ نہیں کیا بات تھی بیا سائیں نے یہ سنا تو اسے بھی اس طرح نہیں ہلایا تھا ان کا انداز بھی اسرار بھرا تھا۔

اور جیسے ہی اسے دلی تے پتہ دیر ہوئی یہ اسرار بھی ختم ہو گیا انہوں نے کہا کہ آج شام تمہارا نکاح ہے پروا کو شدید دلہ اور جیتہ دو کی بیا سائیں کا بعد اتنا چھڑلا اور بے چنگ تھا کہ اسے دوسری بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی ان کے ساتھ تو پروا کی روٹی دیئے بھی بند ہو جاتی تھی ان کا چہرہ ہی اتنا رعب دار اور کھورا تھا غالب نظر ہی نہیں اٹھا سکتا تھا وہ اس کی ہر حرکت کے بارے میں پوچھ کر دیتے تھے پروا کو حسرت ہی کہی کہ وہ ان سے آگے ان بات کر کے ضد کرے۔  
”میری عمر بڑھ چکی ہے تیرے بچائے ستر سال کی ہو رہی ہوں میں جو بیا سائیں مجھے بوجھ تصور کر رہے ہیں۔“ اس کی جگہ پر کئی کئی

مہمان بھی نہیں تھا نہ رشتہ دار تھا سب پتہ انتہائی رازداری سے ہو رہا تھا بس ملازم ہی ملازم تھے وہ کس سے پوچھتی۔

رشتہ بہت سوئی کھل نواز مت صبر سے کام لے رہا تھا اس کی پیاری بیٹی یوں بلک بلک کر رو رہی تھی اس کا دل جیسے کٹا جا رہا تھا۔

”میں نے تمہارے لیے اچھے محض کا انتخاب کیا ہے۔“ قدر کرنا۔ ”وہ دھیرے دھیرے کہہ رہے تھے۔ پروا نے اس ”اچھے محض“ کی شکل تک نہیں دیکھی تھی ہاں تو کرانیاں کہہ رہی تھیں کہ بڑا رعب داب والا بندہ ہے پر اس نے خاص دیکھی نہیں لی بلکہ وہ اچھی خاصی ہزاروں محسوس کر رہی تھی اس کی ساری سہیلیاں ہر لمحہ اسے یاد تھیں اور اسے کسی بھی بندھن سے بے نیاز نہیں ہاں ان کے گروپ میں صرف خوشیاں تھیں۔ جس کی حالت ہی میں متگنی ہوئی تھی سب اسے کتنا پیڑتی تھیں وہ وہاں ہی نہ جاتی تھی ہاں ان بلی تھیں نے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ اپنے نسب انہیں کو پا نہیں لیتیں شادی نہیں کریں گی ان نہیں کے مقاصد بہت بلند تھے۔

ارم اپنے بھائی طرح ڈی سی بننا چاہتی تھی تیرا سیاست میں نام مٹنا چاہتی تھی پروا جو عزم کے میدان میں ہمیشہ بے کاڑ بننا چاہتی تھی۔ پیاری خوشیاں ڈاکٹر بننا چاہتی تھی پر مٹنی کے بعد انہوں نے اسے اتنا زچ کیا کہ وہ اپنے نسب انہیں سے ہی بچ کر گئی اب اس کے پاس اسے مقیتر دایوں کے قصے ہوتے۔

پروا کو بھی یوں لگا جیسے وہ اپنے مقاصد بہت پیچھے رہ جائے گی کیونکہ بیا سائیں نے اسے یہ کہہ کر سنا دیا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کریں گے اس کے گروپ کو جب یہ بات معلوم ہو گی تو وہ سب کتنا خیس گی اس کا مذاق اڑائیں گی شاید اسے گروپ سے خاص تعلق کر دیا جائے گی تاکہ خوشیاں لی مٹنی نے بعد تینوں سالوں میں ہو گئی تھیں مکمل پایا کٹ کر دیا تھا وہ تو انہوں نے خود ہی خوشیاں لے آئیں تھیں ہرگز اس کی طمانناسی کرا لی تب نہیں اسے جا کر دوبارہ گروپ میں اس کی آبادی ملی وہ بھی انہوں کے

کہتے ہیں۔  
 پروا کو نہ تو بابا سائیں کے تھپ کر رہے تھے  
 سے پہلے ہی تھی نہ اس کے گھر یا اہل سے بلکہ وہ تو سوچ  
 سوچ کر پریشان تھی کہ وہ ارم خوفناک اور عیرا سے  
 اس خبر کو کیسے چھپائے گی جو انہوں نے داپس جانے پر  
 اچانک ہو سٹل سے روانگی کا پرچھا تو وہ کیا کہہ کر انہیں  
 مطمئن کرے گی اسلئے مادی تو سیکڑہ ایئر کے فاسٹ  
 انجین شریع تھے ان کا سامنا تو کرنا ہی تھا وہ اچھا سا  
 بمانہ سوچ رہی تھی جو سنا کر سب کو مطمئن کر سکے  
 اسے تعلیم کو حوری رہ جانے کا وہ سٹیوں سے چھڑ  
 جانے کا خوف لاحق ہو گیا تھا اسے ان دیکھے شخص سے  
 فطرت محسوس ہو رہی تھی۔

جس میں بالکل ساجد کہیں ہوں یا گریبا سائیں کا فون  
 آئے تو انہیں بتا دینا اور ان سے کہنا کہ مجھ سے رابطہ  
 کریں اور میں حویلی کا بھی خیال رکھنا۔ وہ حیات کو  
 ہدایت دے رہی تھی اس نے فون بند کرنے سے پہلے  
 محسوس کیا کہ حیات اس کی مایہ ناز روایتی کاسن کر خوش  
 ہو گیا ہے تھوڑی دیر بعد یہ بات اس کے ذہن سے اتر  
 گئی۔

پہلے نواز نے بطور خاص لاہور کے اس کالج میں  
 دشمنوں کے خوف اور تحفظ کی وجہ سے اسے داخل  
 کروایا تھا ان کے خیال میں پروا سیکر سے زیادہ لاہور  
 میں محفوظ رہتی بہر حال یہ فن کا خیال تھا وہ تو اسے  
 بیون ملک بھیجتا چاہتے تھے پروا نے یہ سختی رو رو کر  
 حالت خراب کر لی تھی شروع سے ہی وہ لاہور کا ٹیکہ ہو سز  
 اور ہوسٹل میں رہی تھی بابا سائیں سے پرسوں کی  
 دوری اسے گوارا نہیں تھی اس کے آنسوؤں سے  
 پہلے نواز کا ارادہ بدل گیا تھا وہ پیکس پاکستان میں اسے  
 پکھنے پر آمادہ ہو گئے تھے مری سے وہ اب لاہور آگئی  
 تھی۔

پری اگر بابا سائیں جلد نہ لوٹے تو تم ساری  
 چٹیاں ہمارے سپاس ہی گزارنا۔ ارم نے اسے کہا اور  
 دھن گئی۔

وہ کافی عرصے کے بعد ارم کے گھر رہنے کے لیے  
 تکی تھی ساجد انکل نے ملازم رکھ لیا تھا جو پروا کو خاصا  
 بد مزہ لگا پہلے دن ہی اس نے پینسڈی کی کا اٹھار کر دیا  
 چونکہ وہ سب گھر والوں سے بے تکلف تھی اسی لیے  
 ارم سے راستہ دے دی تھی۔

ارم کے وہ بھائی حسن اور ہادیوں اور ایک بہن اقرا  
 تھی۔ حسن سب سے بڑے تھے اور ڈیڑی سی تھے ان  
 سے چھوٹی اقرا تھی جو پونہ ورشی ہاسٹوڈنٹ تھی اس کے  
 بعد ہادیوں تھا جو میڈیکل کے پہلے سال میں تھا سب  
 سے چھوٹی ارم تھی جو انٹر کا امتحان دے کر فارغ  
 تھی۔ حسن بھائی اس سے بالکل ارم کی طرح پیش

بھاگ بھری نے رات اس کے بالوں میں ماش  
 کرتے ہوئے بتایا تھا کہ "وہ بڑا سوہنا ہے اونچا لمبا قد  
 ہے۔" اس نے ڈانٹ کر اسے خاموش کر دیا تھا۔  
 بابا سائیں کو اسلام آباد کے کلنی بن ہو گئے تھے پر نہ  
 ان کا فون آیا نہ اطلاع ملی حیات نے بتایا تھا کہ وہ  
 اسلام آباد سے امریکہ چلے گئے ہیں تب پروا نے سکون  
 فائیس لیا اب آرام سے امتحان تو دے سکتی تھی۔  
 اس کے امتحان بھی ہو گئے پر بابا سائیں نہیں  
 لوٹے اب صبح سچ پریشان ہو گئی جب بھی امتحان دے  
 کر وہ حویلی آئی بابا سائیں حتی الامکان گھر میں ہی  
 رہتے کہیں جانا ہوتا تو بھی بتا کر جاتے یہ پورا موقعہ تھا  
 جب وہ اسے بتائے بغیر نکلے گئے تھے اس نے ارم کو  
 فون کر دیا وہ بے چاری اس کی پریشان تو ازمن کر بھائی  
 بھائی تکی ساتھ اس کی محی صالہ بھی تھیں ارم سے  
 اس کی ہوسٹل پرانی تھی تقریباً پانچ سال پرانی۔ ارم کئی  
 بار حویلی آئی تھی جب وہ لاہور سے سفر کر کے سکھر روا  
 کی خاطر آئی تو اس کا مان ہندو جانکدہ خود ہو سٹل سے کن  
 کے گھر مل جاتی ایک دو رات تک بھی جاتی بابا سائیں  
 نے بھی یہی مسئلہ ارم اور صالہ اس کی شاندار  
 ہوئی تھی بہت مرگوب تھیں ان کی صرف ایک باری  
 پہلے نواز سے ملا تھا۔ پہلے ہی ارم نے انہیں  
 چھوڑ دی تھیں۔ ان کا خطاب تھا کہ وہ لاہور کی  
 آٹھویں بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کر رہے تھے

”آپ تو صبحی رات کو کیا کر رہی ہیں۔“ اس نے سوال بھاڑ دیا۔

”تم مجھ سے یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہو کہ میں تو صبحی رات کو کیا کر رہی ہوں اپنے کام سے کام رکھا کرو میرے منہ نہ لگا کرو۔“ پروا کے چہرے کے زاویے ہل گئے۔

”اپنے کام سے کام رکھا ہوں اپنی لوگوں بھی پہچانتی ہوں یہ تو سراسر الزام ہے آپ کے منہ کون لگ رہا ہے؟“ وہ ذوق منی انداز میں بولا پروا نے اس کے الفاظ پر غور نہیں کیا اور دوبارہ اپنے سوال کو دہرایا۔

”دیکھیں پرانے مہمانی مجھے اپنے کام کرنے دیں جائیں تشریف لے جائیں۔“ وہ سخت بد مزاج ہو رہا تھا۔

”کیلی جاؤں تم مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہو نکلنے کے معمول سے ملازم۔“ غصہ بکڑ گیا۔

”دیکھیں محترمہ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔“ فاروق نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تو وہ اسے گھورنے لگی۔

”نکلوں کے تیر بعد میں چاہیے گا بی اگلی میرا کھانا ملے گا اور وہ نہیں ہے۔“ وہ ہنسی مگر شریر نواز میں بولا۔

پروا کے تو کھوں سے آگ لگی اور سر جھجھی۔

”تم یہ وہ تو بی بی پانی حد میں نہ دو۔“

”میں تو حد میں ہی رہنے کا قائل ہوں پر تب میری کوششوں کو ناکام بنا رہی ہیں۔“ وہ مزے سے بولا تو وہ ہیر پاتی تیز چلائی کرے میں آئی۔

”یہ بہت ضروری تھا۔“ فاروق اس کے جانے کے بعد آہستہ سے بولا۔

”تو یہ تو انتہائی عجیب آدمی ہے مجھے اس کی شکایت کرنی پڑے گی وہ چارپوتہ کی بار بڑاؤں کی کہ سید حاتیر ہو جائے گا کہینہ بیوی بننے کی کوشش کر رہا تھا ان سب کو تو دیکھو اسے اتنا سرخ چلیا ہوا ہے سارے جہاں کا درد تو اگل ساجہ کی ٹیلی میں ہے تو اب ملازم بھی بالکوں کی پر ابھی کرنے کے ہیں ان کے منہ تھکے ہیں لہذا چائے آثار قیامت ہیں اگر ایسا تو کر چوٹی میں نہ آتو میں اب تلے سے ٹوٹ کر چلی آتی۔“ وہ

اگل ساجہ اور صالحہ آئی بھی سکے ماں باپ کی لڑائی لڑتے آئے۔ ہارون سے کھٹ پٹ چلتی رہتی لڑائی کا رویہ بھی بہنوں جیسا تھا اور وہی بار بار تو وہ اس لڑائی میں جھجکتی تھی۔ پروا کو وہ سب ٹھیک سمجھ رہی تھی۔

علاوہ اگل سمیت سب ہی اسے اپنے لگتے تھے پر وہ ایک خاص ملازم فاروق جو انہوں نے شاید کچھ ہفتے پہلے لے لیا تھا اسے ایک آنکھ نہیں بھلا تھا خاصا بد نما لڑکی تھوڑی سی بات کرتا تھا پروا کا ریسہ نہ مزاج اس لڑکی غلطیوں پر داشت نہیں کر سکتا تھا وہ ایک کی بار بنا رہی اس کا بس چلتا تو اس فیڑھے شخص کو رست کر رہی۔

\*-\*-\*

رات کا نہ جانے کون سا پر تھا جب اس کی آنکھ کھلی اسے سی ٹل کو تنگ کے ساتھ چل رہا تھا پروا کی پروا پر چڑی وہ مزے سے سو رہی تھی کوئی ٹانوس سا نہیں تھا ہلکا سا شور تھا جس کے باعث اس کی آنکھ کھلی اس نے اسے سی ٹل بن گیا تو یوں ہلکا سا چہرہ ہلکا دھیرے دھیرے چل رہا ہے قدموں کی ہلکی ہلکی آہٹ اسے سی بند ہونے کے باعث شب کے اس گہرے سکوت میں سناٹ محسوس کی جا سکتی تھی۔

پروا نے پاؤں بستر سے نیچے لٹکائے اور لکڑی کی چوڑی تلاش میں بند سے نیچے دوڑائیں بکھرے ہیں کئی آنکھ کھڑی ہوئی دھیرے سے دروازہ کھول کر اس نے سلاقمہ پر ہر رکھا گوشت و رو کی ملاحظہ چل رہی تھی لیکن کوئی نظر نہیں آ رہا تھا وہ کھن میں آئی تب اس نے دروازہ کا قادیق غصہ انداز میں بار بار ساتھ والے کچے گاجا تر لیتا اور ہر چکر کٹ رہا ہے سامنے کر رہی تھی دھیرے دھیرے کھلی اور جانے والا سیڑھیوں کا پتلی پتلا بھی کھلا ہوا تھا اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ پروا کئی دن سے جاگ رہا ہے پروا کے ذہن میں لڑکی کا اور سب کچھ تھا لیکن وہ کچھ ضرور تھی۔

”یہ تم تو صبحی رات کو کیا کر رہی ہو؟“ وہ دسے قدموں آگے آگے چلائی فاروق

URDU-BOOKS

کدو تبدیل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

\*-\*-\*

ارم اور پروا دوادہ لکھن میں کرکٹ کھیل رہی تھیں  
پروا پورنگ کر رہی تھی جبکہ ارم کریم پوچی کھڑی تھی  
پروا عاجز تکی ہوئی تھی اب ارم صاحبہ نے جو گیند کو  
مٹ لگائی تو وہ اثر لی ہوئی ساتھ والے بیچلے میں چلی گئی  
”جھکا ہے چھکا“ وہ چکی تو پروا اسے نا پسندیدگی سے  
دیکھنے لگی۔

”اب بل رائٹ کر کون لائے گا“ اسے اپنی باری  
پریشان کر رہی تھی۔

”حسن دھمکی لے کر دھرجالے سے منع کیا ہے بل پر  
فاتحہ پڑھ لہو“ ارم نے اسے چڑایا تو دھراجاں ہو گئی۔  
”ارم ڈیر فاتحہ کیسے پڑھ لیں ابھی دیکھنا ایسے آتی  
سے بال۔“ اس نے پتلی بجائی اس کی ہوی ہوی  
آنکھیں پتلی ہی تھیں۔  
”خود جاؤں گی۔“

”فارملا۔ ایک مت جانا حسن بھائی مائیں توڑ دیں  
نہ۔“ ارم نے اسے روکنا تو نہ سکرانے لگی۔

”میں خود کہیں جاؤں گی اس عمر میں مجھے نظری  
اونے عاشق نہیں ہے تم ہی کو تو۔“ پروا نے بڑھتی  
قاروق کے کمرے کی طرف۔ ارم کے کہہ کر وہ بہت  
انجوائے کرتی تھی۔ دہلی میں کئی اس کا نام مہر نہیں  
تھا۔ لوگوں سے میل جول یا باسامیوں کو پسند نہیں  
تھا۔ شروع میں ہی وہ پورا غمزہ اور دھمکیاں دیتی  
تھی۔ چہنچوں میں کہہ دیکھنا اہیب ہو آقا کیا نہ جو  
میں بس اور بھائی کے کدو سے خالی تھا اس کا پیچھا  
اور کدو بہت سارے لوگ ہوں وہ زور زور سے بٹے  
ہوئے بھٹکتے اس کی یہ ذرا تیش حسرت ہی رہتی وہ  
پہا سامیں کی اگلی لکھلا دھمی یا با سامیں اسے رشہ  
دار دھمکتے بھی نہیں دیتے تھے بہتوں ان کے کہ  
بہت دھمکتے تھے۔ ارم کے کہہ آئی تو بہت خوش  
ہو گئی۔

پروا نے دوادہ لکھن میں کھانا پھینکا اندر سے  
لاں تھا۔ اس نے زور زور سے کدو دی تو قاروق

نمودار ہوا اس کے چہرے سے واضح جھٹک رہا تھا۔  
اس وقت اسے یہ دھمکتا ہوا گزری ہے۔

”فرمانچے اب کیا گفت آگئی ہے۔“ وہ جیڑی۔  
ڈانٹنے والے اشاکل میں پروا نوٹ کر رہی تھی۔  
وہ پروا پر پھیل کر کھڑا ہے جیسے یہ چاہتا ہو کہ وہ اندر  
نہ دیکھ سکے۔

”میری پہل ساتھ وہاں کے بیچلے میں گر گئی ہے  
نورا“ لکھ۔ ”وہ بے نیازی اور شلمانہ پن سے حکم دے۔  
کر فوراً مڑ گئی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ قاروق اس نے  
احکامات پر ضرور عمل کرے گا اور جی جگہ کوئی ہنسنا  
چیش کے بنا چلا گیا۔ اس کی وہاں ہی بند رو مت بعد وہی  
پہل پروا کے حوالے کر کے وہ کمرے میں چلا گیا ان  
نے پھر ڈانٹک شروع کر دی۔

”ارم یہ دو تھرا اما از م قاروق ہے میں مجھے نہ  
مٹھوک لگتا ہے اونچی سی شہ۔“ رات پروا کی ماں  
قاروق پر اٹک گئی۔

”میں ہی ایت ہی تھیں مٹھوک لگتا ہے۔  
بے خبر تھی سا آدھی شہ۔ اپنے کام سے غمزدہ  
والا۔“

”ہاں دیکھ رہی ہوں وہ جیڑی ڈونٹا ہے۔“ پروا  
ہو گئے ہیں مجھے آتے ہوئے اتنا بھانٹا ہے۔ پروا  
اس سے میری دہلی میں ایسا نہ کر۔ تاہم قاروق کی ماں  
اسے کھڑا کر کے کو لو پادانی سارے پیشہ و ترانہ ہوا  
جاگ۔ ”وہ غصہ سے بولی تو ارم نے موضوع بدل دیا۔  
وہ دونوں جب شمل کر آئیں تو سب کے بڑے روئے  
دروازے بند تھے وہ دونوں بھی سونے کی تیاری نہ  
تھیں۔ یہ تھ پڑے روز اور تین کیسٹ پڑھ رہی تھی  
اتھا خلیسا اٹھا کہ تھا ایک نیکی بھی نہ تھی نہ  
دہلی تھی سایہ استغناء نہ ہونے کے باعث اس  
کرائے پر رہنا چاہتے تھے پر صاحبہ نے روک دیا۔

”ارم مجھے خیر نہیں آ رہی ہے کیا کروں۔“ اس  
نے مزے سے سوئی ارم کو بلایا تو وہ اسے ڈانٹا۔  
سو گئی۔ پروا جس روز دھمکتا ہو جاتی اس رات اس  
خیر ہی نہ آئی یا دیر سے آئی جبکہ ارم دونوں راتوں  
مزے سے بھر پور خیر لیتی پروا تو اپنی خیر کی ملاح

وجہ سے تنگ تھی اتنی جلدی کیسے سو جاتی اب ارم  
 مری سے سو رہی تھی اور وہ اسے بے بسی سے دیکھ  
 رہی تھی سب سے پہلے تھا وہ ہرگز انٹھنوالی نہیں بھی ہوا ہا ہر  
 کل آئی۔ گورڈیور کی لائیٹ حسب معمول چل رہی  
 تھی لیپ پوسٹ بھی کن تھے۔ اوپر جانے والا پہلی  
 دروازہ بند تھا وہ محسوس کر اندر آئی یہ دروازہ کھلا ہوا تھا  
 سیڑھیوں کے دونوں اطراف دروازے تھے ایک  
 اندر کی اور ایک بیرونی بوقت ضرورت کسی دروازے  
 سے بھی نجات پر جایا جاسکتا تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی۔ دروازہ تنگ  
 دو فنڈاں جھکا رہی تھیں۔ وہ ساتھ والے بیچلے کا  
 جان گئے گی۔ تمام انٹھنوالی تھیں لیکن کوئی ٹھکر  
 نہیں آ رہا تھا دروازے کی طرف آئی۔ اس سے کیٹ اور  
 روک نظر آ رہی تھی وہ ایک ایک کر پاہر دیکھتے تھے  
 ایک ایک سیڑھیوں پر چڑھتے تھے مہوں کی گواز آتے تھے وہ  
 ماس روک کر دروازے کے ساتھ لگ گئی اگر گھر والوں  
 میں سے کوئی ہوتا تو اسے یوں رات گئے نہت پر دیکھ  
 کر حیران ہوتا کہ سارا گھر سو با تھا وہ کیا کر رہی ہے یہ  
 سوال آنے والے کے ذہن میں ضرور آتا۔ اس سے پہلے  
 اس نے سوچا ہی نہیں تھا پڑی در بعد دھیان آیا  
 قاتل تنگ وہ جو کوئی بھی تھا اوپر آدکا تھا پروانے پڑی  
 در سے رو کا سانس خارج کیا وہ فاروق تھا۔ اسے دیکھ کر  
 وہ حیران ہوا یا نہیں اس سے اسے کوئی غرض نہیں تھی  
 اللہ مطمئن ہو گئی تھی۔

”کیوں اوپر آئے ہو اس وقت اور لینا کیا ہے تم  
 نے“ در عیب سے بول کر اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی۔  
 ”جھٹک مارنے آیا ہوں کوئی اعتراض۔“ اس نے  
 در کے کان میں بول کر رہا تھا جیسے پروانے کی موجودگی اسے  
 بھی نہیں لگ رہی ہے۔  
 ”تم میرے ساتھ مالکوں والے انداز میں بات نہیں کیا  
 گئی۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے تم سے دروم میں ٹھہرنے سے  
 تم پر کیا غلام مالکوں کے لیے نہیں ہو جاتے آئی  
 تھی۔“ وہ تب کر رہی تھی کہ وہ ساری طرف مڑ گیا  
 در نے اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کی طرف سے  
 اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کی طرف سے

کی۔  
 اضطرابی انداز میں وہ جوتے کی لٹ سے فرش  
 کر کے لنگ۔  
 ”بات سنو تم ہو کیا چیز انسان یا جن۔“ در رک کر  
 بولی۔

”انسان ہوں اگر جن ہوتا تو آپ اس وقت یہاں  
 کھڑی ہو کر یہ سوال نہ پوچھ رہی ہو میں اور پلیز اب  
 آپ جائیں میں اوپر سونے آیا ہوں نیچے گری  
 ہے۔“ وہ قطعی ہے مونی سے بولا۔

”تو سو جانا منع کس نے کیا ہے میں تمہیں کھڑے  
 ہو کر مور چل نہیں بیٹھنے والی۔“ وہ بڑ کر بولی وہ فاروق  
 اسے چھیڑ بیٹھا۔

”کم از کم لگتا تو یہی ہے۔“ وہ اطمینان سے ناقلیں  
 لی کر کے ہوئے بولا تو پروانے کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے  
 پھر تیزی کر دی تھی۔

”دل چاہتا ہے تمہارا سر بھاڑوں۔“ وہ دانت پیٹتے  
 ہوئے غرائی۔

”طیس سر تسلیم خم ہے۔“ اس نے بچ بچ سر جھکا  
 دیا۔

”سر تسلیم خم کے بچے تمہارا علاج دھو بیٹا پڑے  
 گا۔“ وہ دھڑ دھڑ کر رہی سیڑھیاں اتر گئی۔ فاروق نے  
 اطمینان سے اپنا کام شروع کر دیا۔

\*-\*-\*

پورے گھر میں وہ تنگ پھیریاں کیا رہی تھی اقرا  
 آئی گی واپس ابھی تنگ نہیں ہوئی تھی بامداد بھی  
 غائب تھا۔ ساتھ اکل صالہ آئی اور ارم تینوں انٹی  
 آئی عدینہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ عدینہ ساجد کی  
 واحد بہن تھیں۔ صبح صبحی ریلی کا فون لیا کہ مہما کی  
 طبیعت خراب ہے وہ تینوں ستنے ہی چلے گئے۔ اقرا کا  
 پیر تھا وہ یونیورسٹی چلی گئی واپس ہے اسے آئی کی طرف  
 جانا تھا۔ صالہ نے پروانے کی نیند کی وجہ سے اسے نہیں  
 اٹھایا تھا اقرا سے کہہ دیا تھا کہ واپس ہے اسے لیتی تھا۔  
 اقرا نے اس کے سر پر بیٹھا چھوڑ دیا تھا اور خاموش  
 سے کہا تھا کہ اس کے اٹھنے پر اسے پانچاٹھیاں ملے بیچار  
 ہونے پر وہ اقرا آئی کا پیٹ پیٹ رہی تھی اس کا ہاتھ بھی



تیار تھا چائے ملا سک میں تھی یہاں تک کہ سلاکس پر  
 ٹکھن اور جام بھی لگا ہوا تھا اسے اقرآ آپی پر سار آگیا۔  
 ناشتا کر کے وہ پھر سو گئی، اٹھی تو میز پر سے دل  
 بھلائی رہی۔ وہ بچے کے قریب جب پہنچ کر کے فارغ  
 ہوئی تھی تو اقرآ آپی کا فون آگیا انہوں نے کہا کہ وہ  
 عدینہ آئی کی طرف ہیں وہ بارڈن کے ساتھ آجائے وہ  
 اس کی تمنا کے خیال سے کہہ رہی تھیں نہ جانے  
 بارڈن بھی کہاں جا رہا تھا البتہ اس کی بایک پورسج میں  
 کھڑی تھی پروا دعا کرنے لگی کہ بارڈن جلدی سے  
 آجائے بر اس کی جگہ فاروق آگیا وہ فریج سے بوتل  
 نکل کر پانی پینے لگا تھا جب وہ تیز تیز چلتی اس کے  
 قریب آئی فاروق نے پانی کا گلاس منہ تک لے جائے  
 لے جاتے روک لیا وہ اس کے منہ سے ٹکٹے والے  
 کسی نئے شہی حکم کا انتظار کر رہا تھا۔

"فاروق مجھے فوراً آئی عدینہ کی طرف چھوڑ  
 دو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"حکمرتیں کاٹیاں کھر میں نہیں ہیں۔" اس نے  
 آگے کیا۔

"بارڈن کی بایک تو ب نام پر رتوی۔" وہ تھک کر  
 بولی۔

"پر چلائی تو شاید ان کے پاس ہی ہے۔" اس نے  
 حذر پیش کیا۔

"بارڈن کھر میں نہیں ہے بایک سے چلائی بھی نہیں  
 میں ہوگی تم فکر مت کرو میں ڈھونڈ کر لے آئی ہوں۔"

واضحی وہ چالی ڈھونڈ کر لے آئی۔  
 "اب غلو فوراً۔" اس نے حکم دیا۔

"میں کپڑے بدل کر منہ ہاتھ تو دھو لوں اتنی کمری  
 اور دھول مٹی سے اٹ کر گیا ہوں۔" فاروق نے اپنے

پر شکن میلے کپڑوں پر نظر دوڑائی۔  
 "مگر کئی نہیں نہیں دیکھ کر مرنے والا ایسے ہی  
 تھا۔" وہ غصے سے بولی۔

"ہو سکتا ہے کہ ہو۔" فاروق نے گلاس رکھتے  
 ہوئے شروع کر دیا۔

"اب میرے ساتھ چلو۔" اس کی بویک کہیں کے اتنی  
 نو بہرورت کھینچنے کے ساتھ توی گیا ہے میں تو آپ

کے خیال سے کہہ رہا ہوں۔" وہ جان کر اسے پیچھے  
 بیٹھا۔

"مٹکل دیکھی ہے تینے میں تم میرا خیال کر کے  
 والے کون ہوتے ہو اگر اسعد ویسے کہا تو شوٹ کر دوں

کی کتنی بار کہا ہے حد میں رہا کرو۔"  
 وہ اسے گھور رہی تھی۔

"مٹکل تینے میں روز دیکھا ہوں آئینہ جھوٹ نہیں  
 بولتا اور والے کا شکر ادا کرتا ہوں۔" وہ بے نیازی

سے کہہ کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کر لے لگا۔ پروا  
 منہ بھل کر بیٹھ گئی۔ آئی عدینہ کا گھر خاصا دور تھا فاروق

سیدھی سپاٹ سڑک پر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل  
 دوڑا رہا تھا۔ سامنے آجائے اسینڈ پر بیکر پر اس کی نظر

پڑی تھی وہ رفتار کم نہ کر سکا تھا سبھلنے کی کوشش میں  
 پروا فاروق پر جاگری سبب التیار اس نے فاروق کو حتم

لایا تھا۔  
 "تم ٹھیک طرح سے نہیں چلا سکتے۔" وہ پیچھے ہٹ

کر مارا اسکی اور عیسے کے ٹے جلے تاثرات سمیت  
 بولی۔

"میرا کیا قصور ہے آگے اسینڈ پر بیکر پر میری نظر  
 نہیں پڑی تھی اور میں تو ایسے ہی چلا رہا ہوں جس کو پیند

ہو پیچھے ورت اتر جائے ویسے بھی میں زبردستی بھگا کر یا  
 الٹا کر تو نہیں لایا ہوں آپ کو خود آپ نے مجھے کہا تھا

کہ چھوڑ دو۔" وہ بے باکی سے کہنے جا رہا تھا پروا اس  
 کے الفاظ پر غصہ ناک ہوئی۔

"میں تمہیں قتل کر دوں گی۔"  
 "میںیں سڑک پر۔" وہ دل جلانے والے انداز میں

مسکرایا۔  
 "میں تمہیں آخری بار وارن کر رہی ہوں اگر

اسعد میرے ساتھ کوئی ایسی ویسی بات کہی تو میں پھر  
 تمہیں دیکھ لوں گی اپنا مقام پتہ چانو میرے منہ نہ لگا

کر۔" بایک کہہ کتے ہی وہ اس پر الٹ پڑی۔  
 فاروق کا پی چلا رہا تھا اس ر میں زاری کا صلہ

دوست کر دے ملازم تو اس کی نظر میں کپڑے کولوں  
 سے بھی بدتر تھے وہ اسے بھی اپنا معمولی غلام تصور

کر لی تھی تب ہی تو اتنے جگ کہیز طریقے سے پیش

آئی تھی۔  
 ہلایا وہ اوندھانکے میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔ نازک  
 ہاتھوں نے بڑی بے مروتی لور چھتی سے اسے پھوٹا تھا  
 اس اچانک القوم وہ سیدھا ہوا تو پروانے نہ کیا کہ اس  
 کے اوپری جسم پر کوئی گہرا نہیں ہے۔ پروا کو خوفناک  
 کی بہت یاد آئی۔ ”تمہیں دیر سے منتظر آئی ہے۔“ لاکھ  
 وہ ملازم سہی پر تھا تو موٹو دھڑکنے دھڑکنے سے دستک  
 دے بنا کھس تلی بھی لور پھر کس طرح سے اسے  
 چھوڑا تھا۔

”جی فرمائیے اب کہن سا کھم کروانا ہے۔“ وہ تیند  
 کے خمار سے پوچھل آنکھیں بھٹک کھولتا ہوا بولا اور  
 اٹھ بیٹھا اس نے شرٹ کی تلاش میں ادھر ادھر اٹھا  
 دوڑائی وہ صوفے پر بڑی ہولی تھی وہ پروا کے قریب  
 سے گزر کر صوفے کی طرف پھرا۔

”جیسے آئیں کریم لاد۔“ وہ کہہ کر بھاگ آئی۔  
 فاروق کو اس انداز میں دیکھنا اسے مناسب نہیں لگا تھا  
 اگر وہ اس کے یوں لے دھڑک جگانے کا کوئی لور  
 مطلب لال لیتا کوئی بد فیزی کر دیتا تو۔ آگے ہی اتنا  
 بدلتا تھا۔ واقعی اسے دیر سے منتظر آئی تھی۔ اسے  
 یوں بھری وہ ہر میں ایک صوفے کے کمرے میں نہیں جانا  
 چاہیے تھا۔

وہ روز بعد وہ اس بات کو بھول بھل گئی۔ فاروق نے  
 اسے آئیں کریم لاد ہی تھی اور پیسے بھی نہیں ماٹتے تھے  
 اپنی باس اتھقان بملوری پر اس نے خود کو خوب سراہا تھا  
 کہ اتنے بڑے صوفے کو لادنا دیا ہے آئیں کریم کے پیسے  
 ہی نہیں دیے ہیں۔

\*-\*\*

”ارم تو فاروق کے کمرے کی تلاشی لیتے ہیں۔“ وہ  
 اس کی با حلقانہ تجویز پر اسے گھورنے لگی۔  
 ”اچھا تو نہ سی۔“ پروا نے موضوع بدل دیا  
 اسے یہ تو علم ہو گیا تھا کہ ارم اس کا ساتھ نہیں دے  
 گی۔ پروا نے شماعی یہ مہم سر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔  
 فاروق صبح سے ہی کہیں گیا ہوا تھا۔ سالہ لے باتے  
 جاتے سوئے سلف کے سامان کی لٹ اسے تھادی  
 تھی کہ واپسی۔ لیتے آئے۔ اقرارانک ارم میں اپنی  
 دوست کے ساتھ صوفے لگائے تھیں۔ آئی سالہ

”آئی آپ کو ملازم رکھنے کے لیے یہی شخص ملا تھا“  
 لٹا بد فیزی سا ہے، فاضل سادہ کلام بھی خاص نہیں کرتا  
 ہے، مفت کی روٹیاں توڑتا ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ  
 حسان بھائی لور اٹھ لے اسے ڈرائیور رکھا ہے پر وہ  
 لور تو زیادہ تر خود ہی گاڑی ڈرائیو کرتے ہیں آپ کو  
 بھی کہیں جانا ہو تو خود جاتی ہیں پھر اسے کچھ کس بات  
 کی دل رہی ہے۔ اوپر سے آپ سب نے اسے اتنا سر  
 چھلایا ہوا ہے۔“ پروا کا منہ پھولا ہوا تھا۔

”کیوں ہی اس نے تمہیں کچھ کہا ہے۔“ اقراریار  
 سے اس کے گل سہلاتے ہوئے بولیں۔

”جیسے کہہ کر تو دیکھے کچھ سرن پھاڑوں میں اس  
 لک۔“ وہ جوش سے شتائین کر کھڑی ہو گئی۔ اقرار کے  
 لعل پر مسکراہٹ آئی۔

”اچھا پری دیکھیں گے اسے۔“ اس نے اسے  
 ہلایا۔

پروا کا دل آئیں کریم کھانے کو چاہ رہا تھا۔ پر مشکل یہ  
 تھی کہ اس بھری دھڑکنے میں ارم اس کے ساتھ آئیں  
 کریم کھانے جانے کے لیے تیار نہیں تھی اس نے  
 ہمدردی کی منت کی کہ ہمیں آئیں کریم لاد پر وہ بے  
 مروتی سے انکار کر کے کمرے میں صوفے گیا ابجد کس  
 سے کہتی۔ ”سان بھائی اور اقرار آئی کے رعب کی وجہ  
 سے وہ بات لگن سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ حسان  
 بھائی تو ویسے بھی کمرے میں نہیں تھے۔ اقرار تلی سو رہی  
 تھیں اگر وہ ان سے کہتی تو وہ ہرگز انکار نہ کرتیں پر وہ  
 انہیں تیند سے اٹھانا نہیں چاہتی تھی کم از کم وہ ارم کی  
 طرح طوطا چشم تو نہیں تھیں۔ اب لے دے کے  
 فاروق بچا تھا پر اس کے غرت بھی مالک سے کم نہیں  
 تھا۔ پروا کو اسے حکم دے کر پروا آتا تھا۔ اس کا  
 حسانہ مزاج بد تسکین پاتا تھا اس نے تو اپنے ایک  
 لٹا بد فیزی پر غصہ کر رہی تھی۔ یہ فاروق  
 کی طرف سے ہی مولی تھا۔ وہ لٹ کی طرح ایک خیال  
 اس کے ذہن میں لگا رہا تھا۔ فاروق کے کمرے میں  
 دھڑکنے لگے تھے۔

”ارم تو فاروق کے کمرے کی تلاشی لیتے ہیں۔“ وہ  
 اس کی با حلقانہ تجویز پر اسے گھورنے لگی۔

بھی وہیں تھیں۔ ارم ایسی کی صفائی کروا رہی تھی۔ پروا تھی اس اعتراض پر کہ فاروق ملازم ہوتے ہوئے بھی ٹیسٹ موم میں کیوں رہتا ہے۔ اگلے صبح نے اسے ایسی میں ٹھہرانے کا انتظام کر دیا تھا کیونکہ سونٹ کو آرٹز میں تھے۔ ارم اس سلسلے میں ایسی کی بھانڈ پر پچھ میں لگی ہوئی تھی۔ بارون بھی غائب تھا۔

موقعہ اچھا تھا میدان صاف تھا۔ فاروق کے کمرے کی طرف بڑھی افسوس کہ دیوانہ لاک تھا وہ جب بھی جاتا کہ وہ کمرے کے جاتا تھا۔ پہلی سائیڈ کی کھڑکی شاید بے دھماکی میں ٹھکی رہ گئی تھی وہ اسے پھاٹک کر اندر داخل ہو گئی۔ اول روز سے فاروق اسے راسرار سا لگا تھا جیسے وہ نہیں سے سو وہ خود کو غیب کو ظاہر کرتا ہے۔ کچھ اور ہے اور وہ کیا ہے وہ بھی جاننے کے لیے چوڑوں کی طرح اس کے کمرے میں گھسی تھی۔

پروا نے جلدی جلدی لٹاری۔ یکسی دروازہ کھولے کہ شاید کوئی قابل ذکر چیز مل جائے جو فاروق کی پر اسراریت سے پروردگار نے تیسرا دروازہ لاک تھا اس نے اوپر اوپر ہاتھ مارنے کہ شاید چابی مل جائے اور چابی پڑ گئی۔ دروازہ کھلنے پر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ ساتھ کالا سیاہ جہیز طرز کا چھوٹا سا ریو اور اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ ریو اور کے نیچے دو تین کارڈ بڑے ہوئے تھے اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ ان کارڈ کی طرف پڑتا وہیں ساکت ہو گیا۔

”کیوں بلا لپازت آپ چوڑوں کی طرح میرے کمرے میں گھسی ہیں۔“ فاروق کا سرو لہجہ اس کا ہوجا گیا۔

اس نے آتے ہی کھڑکی کے پتہ وا دیکھے تو اس کا ماتھا ٹٹک گیا جس تک اسے یاد پڑا تھا وہ کھڑکی بند کر کے آیا تھا۔ کھڑکی کے ریلے اندر آیا اور اسے دیکھ کر اس نے فانی چاہا۔ وہ دروازہ پر پھرتا دنگ تھا۔ وہ ہر وقت شراکت دہانہ کی طرح اس کی بیاسوسی نہ کرتی تھی۔

”بھئی بھئی بھئی بھئی“ اس نے غصہ میں کہا۔

دیوانہ ناک ہے میں کھڑکی سے اندر آیا ہوں آپ نے غائب پا کر کوئی اس طرف کھل آئے تو جانتی ہیں۔“ وہ گلے۔“ وہ پروا کے ہاتھل قریب جھٹ گیا۔“

فاروق کا قریب سے مت کھلا۔

”کب پر آج آئے گی سو آئے گی پر میں بھی نہیں بخشا جاؤں گا۔“ پروا کا شریک ٹھہرایا جنوں گلے جائیں اگر آئندہ یوں ہائے کمرے میں دیکھا تو سنک کی بار بار سرا سر آپ خود ہوں گی۔“ وہ آگے سے ہٹ گیا پروا نے تہہ میں سے باہر تکی۔

اس پر اسٹیر اس سے پہلے سوچا ہی نہیں تھا اتنی جھگڑا نہیں تھی کہ کمری کمری باتیں سوچتی ناں نہیں نہیں تھیں جو اسے سمجھتا تھا وہ میں کو کیا اکیلف بھی جو اسے روک ٹوک کرتے ہو خود سے کتنے وعدہ کرتی کہ آئندہ یہ کام نہیں کرے گی پروا کام ہو جاتا تھا مارچ کی سہ ماہی سے بھول جاتی تھی۔

فاروق کے خلاف اس کے ذہن میں شدید نفرت بھر رہی تھی۔ کتنے سخت لڑنے میں بول رہا تھا جیت پرانے وقتوں میں ”شاہی بلاؤ“ رو چکا ہو اسے سوچ کر ہنسنے لگتی تھی وہ ریو اور بھی یاد آتا تھا۔ کیوں اس نے رکھا دیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ فاروق کا تعلق کسی خاص تنظیم یا ہشت کرداروں سے ہے اور یہ سب بھولے بھالے لوگ اس کے جہل میں پھنسے ہوئے تھے۔ ترس کھا کر لو کر رہی تھی وہ ہڑلے سے نیچلے پر پیٹ کر کھانا کھانا، سہولیات سے مزین گیسٹ روم میں رہتا اور عزت سے پیش کرتا۔ اس نے ایسے ملازم کھل دیکھے تھے کوئی اسے کچھ کھتا ہی نہیں تھا پروا ہی تھی جو اس کے سر پر کھڑت ہو کر اسے سیدھے کام کرواتی یہاں آتے ہی تیسرے روز اس نے صمان کا چولا اتار پینے کا اور فاروق کو اس کا مقام بتانے کھڑی ہو گئی وہ اسے قانع دیشنا زہر لٹا ہر وقت اسے دوڑاتی رہتی تھی کہ وہ کوئی نہ کوئی اور وہاں یہاں کہیں کھڑت ہو ایسے کہیں بیٹھے ہو گیسٹ روم میں مت سویا کرو۔ یوں ہر وقت کھڑتوں کی طرح نہ پڑے رہا کرو۔

ایسی تمام باتوں سے اس نے بہت جلد فاروق کی زندگی اچھان کر دی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اسے نوکری سے نکالوا کر ہی دم لے کر پہدا سے کچھ بعد بھی نہ تھا ایک بار جو خٹاس اس کے دلغ میں سامانہ آئے پورا کر کے ہی دم لیتی۔ جیسے سب فاروق کا کیرا اس کے دلغ میں کھل دیا تھا۔ اس نے سارے لان کی گھاس اس سے کٹوائی موبیل کی گڑھی کروائی، نکل ساہب اور صالحہ آئی کمرے میں نہیں البتہ اقرا آئی نے اسے کھٹکی سے لٹکا تھا کہ وہ ڈرا سیر ہے مالی نہیں ہے۔ جواہر اس نے فاروق کی کام چوری پر ایک لمبا شکایت لکھ کر منیا وہ چپ ہو گئیں۔ ارم اور ہارون بھی خوش نہیں لگ رہے تھے۔

"میں نے چارے کے چیتے بڑھائی ہو۔" ارم کوڑی کرتے فاروق کو آسف سے دیکھ رہی تھی ہارون بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

"دیکھا تھا مونا مانو ہے یہ رھسلی لگتا ہے میرے حویلی میں دو تانیں تو پورے پانچ میں بارنگ کی ڈھولی اس کے اتے انکانی اور ایک بن میں بان، دور ست گروالی قسم سے ایک بلو بعد تم آئیں تو پچھان نہ پاتیں جوالی اور طاقت کا سارا نشہ بہن کر دیتی۔ وہ چھیرے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یار پری تمہا کل دو بھلا ات جوالی اور طاقت کا کون سا نشہ ہے بے ضرر ما قومی ہے۔" ارم نے اس کی جو حالت کی۔

"یہ اس کے بازو اور کندھے دیکھ رہی ہو ہاتھ وہ پلائی پلڑے لگتا ہے۔ اس روز کہ رہا تھا کہ میرا اور بہت ساری لڑکیاں مرنی ہیں۔" پہدا کے منہ سے اس روزو الی بات نکل گئی۔

"ہاں تو غلط کہتا ہے" یہ ہی اتنا زبردست ویسے پری اسے دیکھ کے چھپیں خیال نہیں آتا کہ اسے ہلی دلائی فکر میں نہ رہا ہے۔" ارم کی اس بات پر اس نے غور سے اس کا ہاتھ لیا تو وہ رو کھلائی۔

"تو کس اس نے مجھ کو دل کھان میں تم بھی تو شامل نہیں ہو۔" ارم فانی جا رہی تھی اسے۔

کے حوالے سے۔" ارم نے زبان راتوں سے داب لپی یہ اس کے منہ سے کیا نکلنے والا تھا صد شکر کہ پہدا آگے ہو گئی تھی اس کی بات سنی ہی نہیں۔ فاروق کے عین سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔

"دیکھا اسے کہتے ہیں مخولہ کا حلال ہونا۔" اس نے ارم کو بھی بلایا۔ فاروق بسنے بسنے ہو رہا تھا ہارون قرنچ سے لٹھ سے رخ اسکو اٹھ کا جب اٹھ کر لے آیا تھا جو اقرا لے رہا کر رکھا تھا اس نے فاروق کو گلاس بھر کر دیا وہ کٹا خٹ تین گلاس چمکا لیا۔

"میں اب میں جاؤں دیکھ لیں سارا لان ٹھیک کر دیا ہے۔" وہ اجازت طلب لٹا ہوں سے پہدا کو دیکھ رہا تھا۔

"ہوں جاؤ۔" اس نے سر ہلایا وہ سوچ رہی تھی کہ انکل اور آئی لان کو صاف ستھرا دیکھ کر کتنا خوش ہوں گے، مالی کئی روز سے چھٹی پر تھا تب ہی۔ خیال اس کے ذہن میں آیا تھا کہ فاروق سے لان ٹھیک کر دیا جائے۔

رات حیات کا فون آیا اس نے بتایا کہ دہلی میں وزیر اس میں قانون آیا ہے آپ کو پیار کہ رہے ہیں۔ پروا کی حالت خوشی سے سیر ہو گئے۔

"پاپا سامیں مجھے یہاں فون نہیں کرتے تھے۔" وہ کھاتھی۔

"لیلی سائین وہ جلدی میں تھے۔" حیات نے اسے یکتا کر دیا۔

\*-\*-\*

ارم نے انگلیں لٹکائی ہوئی تھی وہ اپنے تھوڑی سی بحالت مجبورہ بیٹھی لوہا شہ نئی اب دور شل شل کر سوچ رہی تھی کہ کیا کیا جائے اور اسنور روم میں ہارون کی بہت ساری چٹکیں بڑی ہوئی تھیں۔ اس نے بسنت کے موقع پر دولوں کو اڑانا سیکھا تھا۔ اس نے سوچا کہ ارم کو لاکر، کھائے تو شاید وہ اس کا ساتھ دینے پر تیار ہو جائے اور وہی نہ ہو۔ اس نے سوچ لے اس کے اندر تو مالی کی جھڑپ مزہ سے بیڑھیاں پھانٹاں لڑاؤں، فانی اور اڑا ہوا تھا۔ اسے پانی شربت لی لیلی کی سلسلہ لعلی کی پیتھیا یہ

فاریق تھا۔

یہ آخر اسٹور روم میں کیا کر رہا ہے؟ وہ بے تہ میل وہ اندر داخل ہوئی اسٹور روم میں ایک کھڑکی پر بوسوں کے صحن کی طرف کھینچی تھی وہاں سے کھڑے ہو کر آنے والوں کا یا آسانی نظر کیا جا سکتا تھا۔ فاریق اسی کھڑکی کے آگے کھڑا تھا اور اس کے گلے میں جدید ترین ساخت کا غیر ملکی کیمرہ لگا ہوا تھا وہ انتہائی محویت سے تصویریں لے رہا تھا وہ آگے ہوئی کہ دیکھے پر بوسوں کے صحن میں کیا چیز ہے جو یوں فاریق جیسا معمولی نوکر اس حساس ترین پورٹرائز کیمرے سے تصویریں بنا رہا ہے، خوش سے وہ آگے ہوئی اسی خوشی نے کلمہ بگاڑ دیا۔ آہٹ پر فاریق نے اسے دیکھا اس ایک لمحہ تھا فاریق نے اسے محسوس کر خود سے قریب کر لیا ایک ہاتھ اس کی گھٹنا کے گرد لپیٹتے ہوئے اس کے منہ پر رکھ دیا۔

”خبردار جو کوئی حرکت کی یا توازن اٹھائی۔“ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ پروا کا بل اچھل کر حلق میں آگیا۔ فاریق کا منہ بڑبڑاتے دھمکن کی طرح اس کے منہ پر جما ہوا تھا اور ہاند شائے سے ہوتا ہوا گردن میں لپٹا، وہ تھا وہ کہتا کھٹ تصویریں لینے لگا اسے مشکل تو دوری تھی پر اس مشکل صورت حال میں وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا کتنی آگے اور صورت حال بھی وہ فاریق کے آگے قریب تھی کہ نظر اٹھا کر اس کی گردن پر گئے زخم کے نشان کو دیکھ سکتی تھی نہ جانے اس عالم میں کتنی دیر ہو گئی ہو انہوں نے لگا جیسے صدیاں گزر گئی ہیں اس نے ہاتھ روک لیا۔

”میری کیا ہوا ہے۔“ وہ پیار سے بولیں تو اس نے جھرنجھرنہ بہانے شروع کر دیے۔

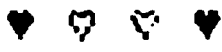
”مجھے حویلی جانا ہے بیلا سائیں مجھے یاد آ رہی ہے۔“ وہ اسی رفتار سے رو رہی تھی۔

”اچھا جلی جانا کچھ بھی ٹی اٹل، اٹھ کر آنا کچھ لہو۔“

اقرانے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا پر وہ فیس سے مس نہ ہوئی کہ پھر کو خبر ہو گئی کہ پروا کو کھریاد آ رہا ہے۔

”میری میں نے تمہاری پرسوں کی سینٹ کفرم کروادی ہے اب تو مسکراؤ۔“ اس نے بھائی لے اسے دلا سا ہلکا تو مسکرا بھی نہ سکی۔

پہلی حویلی جلنے کی خوشی دوری تھی پر ساتھ ساتھ فاریق کو سبق سکھانے کا بھی دل چاہ رہا تھا۔



”میری کیا ہوا۔“ اس نے اسے بلایا تو وہ اسے جھٹک کر اٹھ گئی اور آگے آکر بیٹھ گئی۔ اچانک ہی اس کی نگاہ اقرانے پر پڑی تھی۔ وہ دم بخود حیرت زدہ سی عیر مٹی نظر آ رہی تھی جیسے صحن کی نگاہوں کے تعاقب میں یوں ہی دھمکتے ہوئے وہ چونک گئی۔ فاریق پائپ لگائے پورٹی میں کھڑی گاڑی دھو رہا تھا۔ چنٹ کے پائپ سے آگے کے شرٹ کی آستینیں غلغلہ کئے پھاہرہ

صحن میں کھڑی تھی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ قدرے آگے ہوئی تو اقرانے اسے دیکھتے ہی کلب جھٹ

”اگر نیچے جا کر کسی سے کچھ کہا تو آپ کی بی بدنامی ہوگی اس پر کٹاخی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔“ یہ میری مجبوری تھی۔ تب ہی صحن وقت پر ٹال دیا۔

فاریق نے اس کے گرد لپٹا اپنا فولادی ہائیڈرو ٹائلیا ہوا ایک کے ہاتھ اور دھماکا ہاتھ کے تکی تھی اور سیدھی

پڑنے کو بے کلمہ تھیں اس نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش بھی نہیں کی نہ کھانسی نہ کچھ کہہ کر کھانے پر

اتر آتا اس کے آگے کھانسی تھیں تھیں تھیں تھیں

کسی سے کیا چہرے کے چیتے ہندو چاہیں

\*~\*~\*

حوالی کے تمام ملازمین ہی ہوا کی غیر معمولی خاوشی کو محسوس کر رہے تھے۔ جب سے آلی تھی چپ چپ سی تھی کسی ملازم کو اس کی سستی پر ڈانٹا بھی نہیں۔ سرور کھڑے ہو کر کام کر لیا، بھاگ بھری اور ماروی اس وقت بھی اس کے بارے میں بات چیت کر رہی تھیں۔

”بھاگ بھری دیکھ تو بلی ساتھیوں کا رنگ کتنا پتلا ہو گیا ہے۔“ اس نے سنی تھی۔ ”مگم مگم بیٹھی ہوا کی طرف اس کی توجہ دلائی اتنے میں حوالی کی پالی اور لوجسٹکس ملازمہ قاتلہ بھی ادھر آ گئیں۔ ان دونوں کے خدشات ظاہر ہونے کے بعد وہ سیدھی ہوا کی طرف چھ کھینچیں، ہوا ان سے پورے احترام سے پیچھے ہٹ گئی۔“

”دو می ہوں کسی نے کچھ کہہ تو نہیں دیا ہوں چپ چپ ہیں۔“ وہ گھاس پر بیٹھ گئی تھیں۔ ”جیسے ماں۔“ ”روایت پالی سے مسکرائی۔“ ”پھر میری دھمکی کو نظر لگی ہے میں ابھی مر چکیں دار پالی ہوں آپ کے لوہے۔“ قاتلہ اندر مرتیں لینے چلی گئیں۔

”وہاں مجھے نظر لگ گئی ہے۔ بہت بڑے دھڑکی۔“ اس کا دل اندر سے دھڑکا قاتلہ مر چکیں لے گئی تھیں۔

”دو می ہوں نہ رہا کو دھڑکیاں اس میں کی جان سے تم میں۔“ ہوا اس کے گرد مر چکیں پھیرتے ہوئے تلخین کر رہی تھیں۔ ہوا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا اور قاتلہ میں غائب ہو گیا۔

”اور میری جان تو کوئی بھری دھمکیں ساتھ لے گیا ہے۔“ اس کے دل نے بھڑکیاں دیں۔

\*~\*~\*

بھاگ بھری اس کے کیلے پاؤں کو نرمی سے سلجھا رہی تھی پانی پاؤں سے ٹپکا ہوا اس کی تھیں کو نرم کر رہا تھا۔

”بلی ساتھیوں آپ نے ہل تھوڑے ہیں۔“

کے آگے کر لیا ہوا پورے میں چلی گئی۔

اس واقعے کے بعد وہ پہلی بار اس کے سامنے تکی لگا کر دھڑکیوں سے صاف کھڑا ہوا اس کے سر پر بھیر رہا اس کے لگے تھیں میں کھلے ہوئے تھے۔ ہوا کا تکی اگلیں میں پڑی مٹی اٹھا کر اس کے اسرار بھرتے اس پر مل رہے تھے وہ زبردست کھٹکنا بھی رہا تھا غور سے دیکھا ہوا کو سمجھ میں آیا۔

”بھری زلفوں سے ہاتھ کو رنکت ملی تھوڑے چھو کر ہوا میں مہلک ہو گئی۔“ ہوا کی نگاہیں اختیار اقرار تھیں کے کھلے ہاتھ کی دل اٹھ گئی ہو ہوا سے لڑنے تو وہ زندگیت سے میں سمجھتی اس عالم میں وہ ہمیشہ سے زیادہ انہی اندھی تھیں۔ پر نہ جانے کیوں گئی پہلی بار وہ اسے گئی نہیں لگیں۔ اس کا جب وہ خود بھی جان نہیں پتا تھا کہ وہ اندر چلی گئی تھی یہ منظر برداشت سے

بہت دیر سے وہ زبردست غائب جانے لگی تو قاتلہ غائب ہو گئی۔ یوں میں پر سمجھتی تھی کہ وہ اسے پوچھا تو اس نے لگے کہ وہ اپنے والدین خبر سنا لی کہ وہ لوری پھوڑ کر چلا گیا۔

\*~\*~\*

ہوا اپنے شاندار سے بندہ روم کے گداز بستر پر اٹھ بٹل رہی تھی ایک دم جیسے طاق میں کائنات نے ہوا کو سلیڈ چیل سے پالی کا بجک اٹھا کر اس نے وہاں سے اگلیا اور کھٹکنا پینے لگی اس پر اٹھ گئی ہے چینی سی طاری ہو گئی تھی۔ وہاں بندہ روم پر اٹھ تو نیند کا کوسوں ادھکل نہ تھا اسے اپنا بلیاں اندر کھنڈ کاں اور پہلو سلگتے ہوئے محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کی گردن پر لگا زخم کا خون ہوا کی آنکھوں کے آگے ٹپک رہا تھا۔ ایک

”بھری دھمکیں ساتھ لے گیا ہے۔“ اس کے دل نے بھڑکیاں دیں۔

”بلی ساتھیوں آپ نے ہل تھوڑے ہیں۔“

بھاگ بھری نے بے اختیار قہر لپ کی تو کوئی اس کے کالوں میں گنگنا یا۔

تیری زلفوں سے ہل کر نکت ملی

وہیں اب جاؤ میں خود کر لوں گی۔ " پروا نے پرش اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لوہی لور بے گلی نے اس کے پورے وجود کو ڈھانپ لیا تھا۔ حویلی کے ملازمین لور ارم کے گھر میں اگر کسی کو یہ خبر ہو جاتی کہ وہ ایک معمولی لوکر کے بارے میں اس طرح سوچ رہی ہے تو وہ سب کی نگاہوں میں گر جاتی وہ اسے پاگل کر دیتے تھے۔ کہاں پروا لور کہاں ملازمت جیسا معمولی نوکر تھے وہ ہر وقت ڈانٹ کر حقیر کر کے اس کا مقام یاد دلانے کی کوشش کرتی تھی وہ ہر وقت وہ ڈانٹتی تھی اسے اسی ملازمت کے بارے میں اس کے احساسات بدل چکے تھے۔

اگر بابا سائیں کو اس کے خیالات کی خبر ہو جاتی تو چھینٹا "وہ تمام لحاظ بلائے طاق ریتے ہوئے پروا کو کوہلی مار دیتے کیونکہ جس شخص کے ساتھ انہوں نے پروا کا نام کیا تھا وہ اپنی کیا میں بہت بند تھا وہ اکثر اپنی بار اس کی تعریف کرتے تھے۔ ان کی باتوں سے اس نے انداز ڈالنا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کر دے گی۔ پروا کو اس شخص سے ایک فیصلہ بھی دلچسپی نہیں تھی۔ اس رشتے نے اس کے اندر کوئی ہند نہیں ڈالنا تھا۔ انہوں نے پروا سے روک اپنے ساتھ لگا لائی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ ملازمت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ ڈورائیور تھا اور اسے سامان بھائی نے رکھا تھا اب تو وہ ان کی ملازمت بھی چھوڑ چکا تھا۔ اسے اضطراب اور بے گلی کے حوالے کر کے جانے دو وہ کہاں چا گیا تھا۔

اس روز اس نے بے اختیار لاہور ارم کا نمبر لکھا

صاحب! آئی اور اتنے بات چیت کے بعد ارم کی بارگاہی۔

کسی پرچہ لکھنے سے بول۔  
میں تو تنگ ہوں یہ سب تو از کو کیا ہوا ہے۔  
میں تو تنگ ہوں یہ سب تو از کو کیا ہوا ہے۔

ٹھیک نہیں کرنے لگی تھیں۔ " ارم نے اسے وہ بے اختیار فاروق کے بارے میں پوچھ لیا۔

تو وہ جو تمہارا اور ایور تھا پھر نہیں آیا۔ " اس نے لہجے کی بے قراری پر چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ " ارم نے نہیں تمہاری ڈانٹ کے بعد وہ بھاگ گیا ہے اب تو کبھی نہیں آئے گی جیسے عزت کی بات نہ ہو ہمارے ساتھ والا جو شاہد اسرا سپرنگزری تھا۔ غار اس نے وہیں ملازمت کر لی ہے۔ " ارم نے پہلی بات ہی ختم ہو گئی وہ کیسے بات آگے بڑھائی ارم کی بات میں اس کا کیا بھرم رہ جاتا وہ کیا سوچتی؟

\* \* \*

بابا سائیں لور رزلٹ کا اسے برابر انتظار تھا۔ حیات کے مطابق وہ امریکہ میں اتنے مصروف نہ ہونے کے لیے وقت ہی نہیں نکال سکتے تھے۔ جب ایک دن اس کی بے قراری حد سے بڑھ گئی تو اس کا فون اٹھا کر فون کی تواز کلانی بھاری بھار لگ رہی تھی۔ وہ کس کس کا اس رت تھے۔ وہ انتظار پر انہوں نے بتایا کہ انہیں کسی خط لکھنا اور کما ہی تھا۔ اتنے تسلیاں والا سے دینے لے۔ انہوں نے فون بند کر دیا۔ حیات لاہور گیا وہ انتظار خیر نہیں تھی کہ وہ دارواری طرف لیا ہوا ہے۔ اس میں کی طرف سے ملنے والے قلم کے بند دارواری ملنے لیا تھا۔

اس وقت وہ دارواری کے تھکے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چپوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈرائنگ روم قلم اور جدید طرز تراش کا بہترین احزان تھا اس نے بدل ہی بل میں ٹینٹوں کے ذوق کو سراپا۔ "ڈرائنگ روم میں تم سے بڑی بڑی موچیں ہوں۔ کوئی توئی ملے آیا ہے۔" دارواریش روم سے جیتے نکلا ہوا تھا۔

"نام بتایا ہے اس نے۔" وہ شرٹ کے ٹخنہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے پوچھا ہی نہیں پر مجھے وہ کوئی بہت خطرناک لگا ہے۔" میں کیسے کیسے لوگوں سے تمہارا جنا ہے۔ " ماہر حکم نے بے زاری سے ماتھے پر ہاتھ

ہر اوروہ سننے لگا۔

”مہاشی جاب ہی ایسی ہے۔ اچھے برے اگلے  
بدمعے، شیرمے میڑھے، تنک و بد لوگوں سے واسطہ  
نہ ملتا ہے۔ سہر حال میں رہتا ہوں آپ کو لکھنؤ میں  
میں ساتھ کچھ اور بھجوا رہی ہوں گا۔“ وہ نکل گیا۔ حیات کو  
دیکھتے ہی اس کے ماتھے پر پانچوسوں سے مل پڑ گئے  
تھے۔ اس سے بڑے احترام سے ملا پڑا اور نے نیا  
گرم جوشی نہیں دکھائی۔

”دراستہ سائیں کہہ رہے ہیں کہ آپ نے گھر والوں  
کو راضی کر لیا ہے تو لی بی سائیں کو لے جائیں کیونکہ  
وہ اس میں کی گڑھاری کے بعد ان کے رشتہ داروں  
میں جی نی انواہیں گروں کر رہی ہیں۔“ حیات نے  
اس کے آگے ہاتھ باندھے باندھے بتایا۔

”دیکھو حیات ابھی میں نے گھر والوں سے بات  
فیس کی ہے کچھ عرصہ تو لگے گا اور تمہاری رہنمائی  
والی کو خط لکھیں ہونے لگا اتنے بوسہ ڈیرے کی بھی  
ہے تمہارے جیسے جانثار ملازم ہیں ان کے۔“ داور  
کے منہ کو حیات جانے سمجھا یا نہیں پتہ چلتا ہے

”سائیں داور آپ حویلی کا چکر لگائیں ہمیں ذرا  
تسلی دے لی۔“

”میں فارغ نہیں ہوں۔ مسٹر حیات حکومت کا  
ملازم ہوں مجھے اپنی فرصت نہیں ہے کہ حویلوں کے  
چکر لگاؤں۔“ وہ کئی سے بولا تو حیات حیرت سے اسے  
دیکھنے لگا۔

”داور سائیں داور سائیں نے ہاتھ پیرا پیغام بھیجا  
ہے میں تب ہی آیا ہوں۔“

”اور میں تو تمہارے داور سائیں کا بھائی اور ملازم  
ہوں میں جو ان کا پیغام ملتے ہی فوراً حکم کی تعمیل کروں  
گا۔“

حیات کو اس کی بے جا زنا رفتگی سمجھ میں نہیں  
آئی تھی اس نے نہیں پہچانے لوانت کو ہاتھ تک  
نہیں دیا اور انہیں کہہ دیا۔

”اچھا سائیں میں اپنی اپنی جگہ پر رہوں گا۔“ وہ آگے  
دراستہ کی طرف بھاگتا ہوا نکلا اور گھر میں ڈیرا

سائیں کا دایا تھا۔ وہ اس سے بد تمیزی نہیں کرتا تھا  
پھر وہ اپنی پیش پولیس پارکمنٹ کا اعلیٰ افسر تھا۔ یہ  
بدمعہ اور بولور اور گولیں کا پتہ اسے متاثر نہیں کرتا  
تھا۔

”چھ ماہ میں فرصت ملے ہی چکر لگاؤں گا۔“ داور نے  
باہر جاتے حیات کو امید کی کرن دکھائی تو حیات نے  
پلٹ کر اس کے دلوں ہاتھ پڑ کر چوتے آنکھوں سے  
لگا دیا۔

”لی بی سائیں بہت پریشان ہیں آپ کی تسلی کا  
ایک لفظ ان کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہو گا۔“  
اس کے ہاتھ چھو کر وہ اپنی لینڈ کروڈ میں سوار ہو گیا۔  
داور پریشان پریشان سا اندر گیا سارا گلے اس کی  
پریشانی بھانسی کی تھی اور پچھلی طور پر اس کا تعلق اس  
سننے والے خطرناک صورت آدمی سے تھا جس کو  
رخصت کر کے داور اندر آیا تھا۔

”نکون تھا یہ اور کیوں آیا تھا۔“ ان کا سوال بہت  
خطرناک تھا اگر وہ بتا دیتا تو جانے کیا ہوتا؟ اتنا بڑا قدم  
اس نے ہٹائے بغیر اٹھایا تھا اس وقت اس پر فرش  
سٹانی اور پیٹے سے نکل کا بھوت سوار تھا۔ وہ پراچیں  
نوازیہ کمرنگ کی بیٹی سے نکلا تھا۔ وہ کیا تھا گھر  
والوں، افسران اور گولینز تک کو خبر نہیں تھی کہ چل  
نوازیہ کی گڑھاری کی خاطر وہ اتنا آگے چلا گیا ہے وہ اس  
آر اس نے اس ناگوار بدھن کے خیال سے چپچپا  
چیزانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اب پ سکون  
پانی میں حیات پھر پھینکے چلا آیا تھا اپنے ڈیرے کا  
پیغام لے کر۔

داور کو پتا تھا کہ پولیس کسٹڈی میں ہونے کے  
باوجود چل نوازیہ کی طاقت پور اثر و رسوخ میں کی نہیں  
تھی۔ یہ وہ اس کی طاقت کا ہوا کم کرنے کے لیے ہر  
ممکنہ وسائل بروئے کار لا رہا تھا۔ چل لاگ آپ میں  
بیٹھا کارندوں کی ڈوڑیاں بلا رہا تھا۔ بس کچھ عرصہ کی  
بات تھی غیر ملکی ماپنے نے اپنا دست شذیت چل نوازیہ  
کے سر سے ہٹا لیا تھا۔ کچھ نے پتہ پانارہ دے گئے تھے۔  
جواب بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ اور اب اسے  
وہ اب تک بدھن نہیں تھا۔ اس نے برآمدہ



عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ بدخواہوں نے گوشش کی تھی کہ یہ رشتہ بائے رحمان نئی کو انہوں نے قوم و نسل کا قتل گاہ بنانے کے انکار کو اٹھایا تھا کہ آپ اصل اور بتائیں جہاں ہیں جبکہ وہ پنجابی ہیں پر رحمان اس جہاں میں نہیں تھے انہوں نے صاف صاف کہہ دیا وہ پتہ بعد میں ہیں مسلمان بن گئے ہیں۔ سکندر بھی مسلمان ہے پھر انکار کا کیا جواز رہتا ہے وقت نے ان کے انصاف کو درست ثابت کیا تھا۔ صدف من چاہی ہوا ہوئی تھی۔ وہ عزے سے سرسبز میں عیش کر رہی تھی۔

فہرست بہت طویل تھی۔ جس تنظیم کے لیے وہ کام کرتا رہا تھا وہ تنظیم کل کے ذاتی خدمت گاروں کو خریدنے کی فکر میں تھی ان کے ذریعے وہ لاکھوں میں ہی اسے موانع چاہتے تھے کیونکہ اس کے پاس تنظیم کے اہم رازوں کے ثبوت اور ایکشن کے اثر میں وہ نیکو نہر تک موجود تھے وہ حیران تھے کہ کل نے کیونکر خود کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔ وہ ہمارے ماننے والا لگتا تو نہیں تھا۔ بہر حال اسے جلد از جلد کسی بھی طریقے سے موانع چاہتے تھے تاکہ نہ رہے ہائیں اور نہ بچھا سکیں۔

پھر کیا؟ شخص ہمیں کوئی دھمکی تو نہیں دے گیا ہے۔ "ماہ کل نے اس کا خاموش چہرہ جانچا۔

"ہمیں مہاجر کسی میں اتنی اہمیت ہے جو داور نئی یعنی آپ کے بیٹے کو دھمکی دے سکے، کس میں اتنا دم نہ ہے۔" داور نے غور سے اپنے پانڈوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو یہ کل لے جوڑے کڑیل سے بیٹے کی ہڈی علی دل میں اٹھاتا رہنے لگیں۔

"یہ آپا نئی روز سے نہیں لگی ہیں ذرا فون شوں کر کے غیریت ہی معلوم کر لوں۔" ماہ کی نظروں سے فک کر وہ ٹیلی فون بیٹھ کر دیکھ کر صدف آپا کے نمبر والے کرنے لگا۔

صدف اندرون لاہور کے ایک گاؤں میں بیانی ہوئی تھی جو بدری سکندر صدف کا اس فیورڈ پکا تھا۔ اس نے اپنے والدین کے توسط سے رشتہ دیا جو قبیل کر لیا گیا، سکندر کے والدین میدی پشتی رہیں تھے۔ ہزاروں ایکڑ صرف اراضی تھی، پختات، حویلیاں، مکانات اس کے علاوہ تھے۔ اپنی دولت ہونے کے باوجود بھی سکندر کے خاندان والوں میں کوئی غور اور اثر نہیں تھی۔ بہت فتنہ اور محبت کرنے والے لوگ تھے۔

سکندر نے بھی کراتھا اسے اس رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان دنوں کی شادی کو چھ سال ہو چکے تھے لیکن وہ بے بیارے بیارے بننے لگے تھے۔ تین سالہ لڑکی کو بچا ہوا تھا۔ صفا کہ بچہ کی جان بچاؤ کی باتیں نہ کی جاسکتی تھیں۔

صدف سے بڑا ایک بھائی باور تھا۔ اس کی شادی خاندان میں ہی ہوئی تھی۔ وہ آج کل اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سعودی عرب میں نوکری کے سلسلے میں تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ چکر لگاتا رہتا تھا۔ غیرت سے بھرپور داور تھا۔ اس سے چھوٹی نور لائلی شاد کل تھی جو پونہر شی اسٹوڈنٹ تھی۔ یہ ایک آسودہ حال اور روشن خیالی گھر تھا۔ داور کو پولیس جاب میں بڑب سے بے بعد دیگرے کامایاں تھیں شروع ہوئی تھیں تب سے تمام گھر والوں نے اس پر شادی کے لیے ایذا ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

شاد کل تین اپنی سہیلیوں کو اسے دکھانے کے برابر گھر پر انوائٹ کر لی رہتی تھی۔ اب تو یہ کل نہیں اس کا گھر چھوٹا لیا تھا۔ اس نے بیرون وطن جو ہوئی تھی وہ اب اکیس بی کے عہدے پر تھا۔ تعلقات اور فرائض کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا۔ ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ صدف جب بھی آپا کے عین تصویر میں ساتھ لائی جو گاؤں میں اس کی ملنے جلنے والیوں کی ہوتی تھی۔

"تار کھڑک آپا میں نے بیویوں کا حرم نہیں بنوانا ہے جو آپ اپنی تصویر میں لے آئی ہیں۔" وہ باتوں میں لگا کر انہیں چکر دے جاتا اب فون کر کے اسے علم ہوا تھا کہ وہ تو ناراض ہیں وہ ان کی منتخب کردہ لڑکیوں پر نظر جو نہیں ڈالتا تھا۔ داور نے انہیں منایا تھا۔ ان سے باتیں کر کے اس کا ذہن بٹ گیا تھا وہ لب قدرت

\*\*\*

پروا اور ارم کا رزلٹ ٹوٹ ہو گیا تھا۔ دونوں  
 گمبھ ہو گئی تھیں۔ پروا کا اب تو لاہور جانا ناگزیر  
 ہو چکا تھا۔ تھوڑا ار کے ایڈیشن فارم جمع کروانے سے  
 اور اس طرح کے ایک دو مسئلے تھے۔ ارم کا بھی ہمدار  
 ملن کو کا تھا کہ فارم لینے چلیں۔ حیات اسے کالج  
 چھوڑ گیا تھا۔ ارم سخت ناراض تھی کہ ہمدار بھی کالج  
 نہیں آئی۔ شوکتاں اور حمید بھی خفا تھیں کہ اس  
 نے اتنے لمبے کوئی رابطہ عمل نہیں کیا۔ اس نے  
 مشکل سے جان چھڑائی وہیں کالج میں بیٹھ کر تھیں لے  
 فارم مل سکے اور جمع کر لوں۔ حیات اس کا انتظار  
 کر رہا تھا جبکہ ارم بار بار اس سے کہہ رہی تھی کہ پانچ  
 روز میں نئے داخل ہونے والے اسٹوڈنٹس کی لسٹ  
 لگ جائے گی تب تک ادھر بیٹھ کر کس کی خدمت کے  
 گمبھ مجبور ہو گئی اور حیات اکیلا واپس آیا۔  
 وہ ارم سے ناراض تھے کہ بارے میں پوچھنے کے لیے  
 مناسب انداز نہ سوچ رہی تھی ایسی لڑائی میں کبھی کیا۔  
 معاملہ آئی اور اقرا آپنی سے ملتی تھی یہ بات اس کے  
 ذہن سے نکل گئی۔ دوسرے روز ارم اسے بازار لے  
 گئی۔ گاڑی کھڑی کر کے وہ دونوں لیبی کے اس بیدہ  
 شاپنگ بازار میں گھس گھس کر پروا کو کوئی چیز نہیں  
 خریدی تھی ارم ہی اس کی میٹیں کر کے لائی تھی، تو  
 اس کے کہ "تو اپنے مشنل کے وقت پرے زبردست  
 لوگ کے اپنی جنموں کے ہمراہ آتے ہیں اور اچھے اچھے  
 سٹ ہٹ ہٹوں" اچھا امپریشن پڑے گا۔ "ارم  
 شرارت سے بول رہی تھی۔

"انہوں نے نہیں پسند کرنے تو نہیں تھا۔"

پروا تھلا گئی تھی۔

"وہ آئیں پر میں تو اچھے انداز میں کالج جاؤں گی"  
 پروا نے کہا۔ "میرے ساتھ چلوں ساتھ ساتھ ہوتے  
 آئے سٹ آئے ہیں۔" اس نے زبردستی پروا کو  
 لایا۔ ارم ایک لمحے کے لیے اس کو تھنوں بٹھ کر نے اور  
 دیکھنے کے بعد خریدی۔ پروا کا انداز بھی اس کے  
 ہونے پر ہنسنا تھا۔

کپڑوں کی دکان سے نکل کر ارم شو مارٹ میں  
 گھس گئی۔ پروا نے اپنے لیے بھی بازگ اور اسٹائلش  
 چپل دیکھ لی۔ کپڑے کی ڈوبیوں والی چپل اس کے سفید  
 پلوں میں مستحج رہی تھی۔ پھر ارم جانے کیا ایام علم  
 خریدی رہی وہ صبر سے اس کا ساتھ دیتی رہی۔ خدا خدا  
 کر کے اس کی شاپنگ مکمل ہوئی وہ لوں بھرے ہوئے  
 شاہرہ اس نے گاڑی کی بیک سیٹ پر ڈالے تب ہی  
 پروا کو یاد کیا کہ اس کی جوتی وہیں دکان میں رہ گئی تے  
 جہاں سے اس نے خریدی تھی۔

"ارم میرے ساتھ چلو شاہرہ دکان میں رہ گیا ہے۔"

وہ پشیمان تھی۔

"میری پیاری دوست میری ٹانگوں لے چلنے سے  
 انکار کر دیا ہے خود ہی لے لو آپ کے اندر رمت نہیں  
 ہے۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"ہمدار مجھے شاپنگ پر چلنے کے لیے کہا تو دیکھنا  
 میری جوتی جانے کی تمہارے ساتھ۔" پروا نے دانت  
 کچکا پائے پر ارم پر اثر نہیں ہوا۔ کیٹ پلیٹر تن  
 کر کے گاڑی کی بیک سے سر نکا کر رہی تھی۔  
 لٹسٹا اور وزونے لگی۔ پروا لگتی چلا آگئی بھاری سی جتنے  
 اس کے سر پر ہوتے مارے "وہ تو جگ سے چلنے والی  
 نہیں لگ رہی تھی وہ آگلی ہی واپس ہوئی کیونکہ وہ  
 جو نہ صورت اور منفرد ڈیزائن والی جوتی اس نے ایک  
 زمان کے علاوہ نہیں تھیں دیکھی تھی۔ جب وہ اس  
 زمان پہنچی تو علوم ڈاکہ جوتوں والا شاہرہ تو نوکی انھا کر  
 لے گیا۔ یہ بے شمار خریدار ہوتے تھے ملت میں  
 ہاتھ لگی چیز کے بری لگتی تھی کوئی جوتے انھا کر چلا پاتا  
 تھا۔ اب صرف اس پر اس کی ایک جوڑی رہ گئی تھی  
 وہ بھی شوکیس میں تھی ہوئی تھی۔

"پلیز مجھے وہ لانا جو آدے دیں۔" وہ شوکیس کی  
 طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو دکاندار "مہولی سی" اس  
 وچس کے بعد ہاں گیا۔ اتنے میں لوہ کا باب آئے وہ  
 انہیں چوتے دھلنے میں مصروف وہ کیا پرانا وہ  
 ہو رہی تھی۔

"ہیہیں جیتے۔" اس نے کہا۔ "وہ رہی نہ جیتے۔"  
 وہ ساتھ ساتھ نہ تھی یہی لیے رہی تھی۔

"تو انھیں دے دے میں پک کر کے رہا ہوں۔"  
 دکاندار بھر مزید آنسو والے شہزادی کی طرف متوجہ ہو گیا  
 تھا تو ناچار وہ پوچھی جوتے اٹھائے لکل لکی پیچھے دکاندار  
 "ارے ارے کیسے تو" کی صدا گانگانی رہ گیا۔ وہ تیزی  
 سے میڑھیاں اتر رہی تھی جب اچانک ہی وہ لپے  
 لپے پاؤں والے لڑکے سامنے آئے۔

"ارے دیکھو تو سنڈرلہ ہاتھوں میں جوتے اٹھائے  
 گھوم رہی ہے۔" ایک لڑکے نے دوسرے کو اس کی طرف  
 متوجہ کیا۔ دلان کی بات پر مطلقاً دھیان دے بیٹھے آگے  
 بڑھ گئی جو کئی دھنسا چھ سے اتر کر سڑک کر اس کے لئے  
 گئی ایک جیب سے اس کی ٹکر جوتے ہوتے پڑے۔  
 جوتے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر سڑک پر  
 جا گرے۔ جیب والا رک گیا تھا اور وہ اڑھ کھلا اور وہ پیچھے  
 اتر آیا۔ جیب کی سرکاری نمبر پلٹ دیکھ لی تھی یہ  
 پولیس کی جیب تھی اس نے قانون کے اس اندھے  
 محتاج کو کمری لٹری سنٹے کا فیصلہ کر لیا۔

"جی ایم سوئی مس۔" روانے شانہ نقل سے  
 حذرت کرتے فلیش کی آواز پر کچھ اٹھائی، حیرت کے  
 نتیجے میں پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے سر پر آکر پڑے۔ یہ تو  
 قاروق تھا اسے اپنی بے صارتی پر دھوکا ہوا اس نے دوبارہ  
 پوری آنکھیں کھول کر دیکھا وہ سنی صد فاروق تھا۔  
 پولیس کی دوسری میں اس نے اس کی پوچھا "میں شہزادی  
 کے جج کو پہلے ایس پی واور نیل اسٹیکل پائیس  
 ڈیپارٹمنٹ۔"

"یہ لیں۔" اس نے سڑک پر پڑے جوتے پروا کی  
 طرف دھجائے جو عجیب کیفیت میں تھے۔

"تو تم فاروق ہو ٹی۔" اس نے احتشاک  
 سوال کیا۔

"میں میں واور نیل ہوں۔" اسے حیران چھوڑ کر  
 وہ جیب میں سوار ہو گیا۔ وہ اسی کیفیت میں گاڑی تک

"کیس کی ہے؟" وہ پوچھا تو نہیں کر دیا ہے۔ "ارم نے  
 اس کی حیرت سے کچھ کہیں کے سامنے ہاتھ دیا تو  
 وہ بڑا کرانے خواہش میں تھا۔  
 PHOTO

فاروق میں لے ابھی ابھی اس کا ہم شکل دیکھا  
 پولیس پوچھا "میں نے یہ فاروق سے بہت مشابہت  
 آنکھیں ہل چکا" رنگ تھا "تو اسے سب کچھ فاروق  
 مانڈ تھا۔" اس نے اپنے تئیں ارم کو سربراہ بنایا  
 اس نے خاص دلچسپی میں لیا۔ گھر آکر بھی اس  
 سب کو یہ خبر سنا لی کہ کسی نے کوئی پولیس ہی نہیں لیا۔

پروا کو یوں لگا جیسے وہ اس سے کچھ چھپا رہا ہے۔  
 دانستہ ایسا کر رہے ہیں۔ لاکھ دوسپ سے بے لگاف  
 سسی پر گھر کا فروغ نہیں تھی جو کسی سے باز پرس کرتی  
 ناچار خاموش ہو گئی۔

کامیاب طالبات کی اسٹ لگ گئی تھی۔ اس میں  
 ارم اور پروا دونوں کا کام شامل تھا۔ فیس بنی کر اس میں  
 پروا نے حیات کو فون کر دیا کیونکہ کلا سز وین بننے سے  
 شروع ہو رہی تھی۔ اس دوران بابا سامی نے اس  
 احتمالات کی گامیابی پر بڑے فون مبارکباد دی تھی۔  
 اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اس کے واسطے لینے پر ناراض  
 ہوں یا روک دیں پر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کے لیے  
 اطمینان کے لیے میں مل گیا تھا۔

اس پولیس آفیسر اور فاروق کی حیرت انگیز مشابہت  
 نے بھی اسے پریشان کر رکھا تھا۔ حیات نے اس سے  
 کہا تھا کہ وہ نقل اتار لینے آئے گا اور ساتھ ہی اپنے  
 چند کام بھی ختم کرے گا۔

رات وہ اور ارم دونوں لان میں مل رہی تھیں  
 جب کرم کلر کی ہینڈ اسوک گیٹ سے اندر گئی اور اس  
 میں سے فاروق اتر اس نے بے حد تیزی سے پڑے اور  
 جوتے بنے ہوئے تھے۔ کالنی میں خوبصورت رست  
 واضح بند تھی ہوئی تھی۔ اچانک اس نے بھی مکمل طور پر  
 پل چکا تھا۔ حسن اس کی گاڑی کی توانا سن کر مکمل آیا  
 تھا۔

"ہوے دنوں بعد پھر لگایا ہے۔" وہ اس سے بغل  
 گیر ہوا۔

"میں آفیشل کاموں میں ہنی تھا۔" اس نے بتایا  
 اس دوران ارم بھی پروا کو اس کے قریب کھینچ لی  
 تھی۔ پروا کی پھر وہی حالت ہو گئی تھی جیسے اسے کچھ  
 سمجھ نہ آ رہا ہو۔ وہ تینوں اس کی اس کیفیت سے لطف

یہ ہے۔ اس کی پھنسی پھنسی تو از نکل تو  
 ہے حسن سے قہر رو کرنا شکل ہو گیا۔  
 میں یہ داور نکلی ہیں اس شکل پولیس ڈپارٹمنٹ  
 کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے سمجھ میں نہ آتا تو  
 پہلو کیسی ہیں آپ۔ داور بہت جسم لپے میں بولا تو

اسے کئی جواب ہی نہ دیں۔ اس نے امتحان  
 کا ورق لہن کا جڑواں بھائی تھا۔ اس نے امتحان  
 لیا گیا تو لب کے حسن اپنا قہر نہ روک سکے  
 لہنے اسے یوں دیکھا جیسے اس سے بڑا بے وقوف  
 بھی کوئی نہ ہو۔ اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے  
 لہنے نے بتایا کہ داور ان کا دوست ہے۔ وہ دونوں  
 ادا علی کے قریبی تعلقات بھی تھے۔ سی ایس ایس  
 کا ایک ساتھ ایچ ہونے کے بعد داور نے پولیس  
 کا میجر بن کر لی چونکہ سابقہ سابق ہیڈ کمنڈر  
 تھے اس لیے حسن کو اس سروس میں زیادہ چارم  
 دی گئی ہو تا تھا۔ وہ اس شعبے کی طرف آیا۔

داور کو ستمبر سے واپسی پر سابقہ صاحبزادوں اور  
 ادا علی کے پیش انکرا ایک مشکل اور اہم تیس سو پنا  
 پولیس کیس کا انچارج بھی تھا۔ قصہ یہ یوں تھا کہ  
 ایک عورتی میرے اور نوادرات جن کی حیثیت تاریخی  
 گاہ پر اسٹیک کرنے کا منصوبہ تھا اس کے پیچھے ایک  
 میجر تو امی کر رہا تھا۔ جب پولیس ڈپارٹمنٹ میں اوپر  
 گئے تو تک پہنچ گئی تو اس گروہ نے خود توجہ  
 دینے کے لیے انڈر کر اوٹ ہوئے کا فیصلہ کیا اس کے  
 لیے انہوں نے شہر کے گھنٹن اور معزز علاقے کو منتخب  
 کیا۔ اس طرح کسی کو لہن پر شک بھی نہ ہوا اور وہ اپنا  
 حق بھی عمل کر لیتے جس شہر میں انہوں نے رہائش  
 گاہ کی وہ ایک سابق صوبائی وزیر کا بھگت تھا جو انہوں  
 نے ایک بار قہر کے ہاتھ فروخت کر دیا اس بار لہنے سے  
 اس کی یہ بھگت کر لیتا تھا۔ لیا لب یہ اتفاق کی بات  
 کہ یہ بھگت سابقہ صاحبزادوں کے بچے سے ملا ہوا تھا۔

اس کے بعد داور اور اس کے بھائی نے دوسرے قومی شہر  
 میں بہت جگہ گزرتے گئے۔ ان کے ساتھ تھا کہ اس گروہ  
 نے یہاں رہائش اختیار کی۔

سے مشورہ کرنے کے بعد وہ لوکر کے روپ میں لہنے  
 گھر شفٹ ہو گیا اس طرح وہ بہتر طریقے سے ساتھ  
 والدین کی نقل و عمل پر نظر رکھ سکتا تھا۔ خود کو ایک  
 سے بچی کرنے کے لیے اس نے ڈرائیور کا روپ  
 دھارا تھا۔ سابقہ انگل اور حسن کو بوقت ضرورت  
 کہیں بھی لے جاتا۔ لوکر ادا علی کے معمولی کام بھی کرتا  
 دیتا۔ سالانہ آٹنی شرمندگی ظاہر کرتیں تو وہ کہتا کہ یہ میں  
 اپنی ذات سے شک مع کرنے کے لیے کہتا ہوں  
 کیونکہ میں اسٹریڈ نے بھی کوئی بچی کو لیا نہیں کھلی  
 تھیں سالانہ آٹنی کے گھر والوں نے اسے گھر لائی کرنے  
 کی ہر ممکن سہولت فراہم کی رات کو سب جلد  
 سو جاتے۔ لاس بند کر دیتے اور وہ اطمینان سے اپنا  
 کام کر تا تھا کہ کٹ پٹی ادا علی گروہ لے کر گئے کی  
 وجہ سے اس کی دعا سلام شیر خان سے ہو گئی جو بظاہر  
 چوکیداری کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔  
 درحقیقت اسٹریڈ کا اہم کارندہ تھا۔ داور نے اسے  
 شیشے میں اتار لیا تھا۔

شیر خان کو بھی قادیان میں یہ ملازم ہاتھ سے کام کا  
 آدمی لگا۔ اس نے پاس سے کہا کہ اگر ہم اس کو  
 گروہ میں شامل کر لیں تو یہ ہمارے بہت کام آئے گا  
 ہے شیر خان اسے اپنے پاس سے طوایا اس نے داور  
 کو آفر کی کہ تم ہمارے ڈرائیور بن جاؤ ہم تمہیں زیادہ  
 تنخواہ دیں گے۔ وہ کچھ دیر سوچنے کی اور انکری کر دے  
 ہوئے راضی ہو گیا۔ ابتدا میں اس پر کڑی نظر رکھی  
 گئی۔ پھر بہتہ آہستہ آہستہ اس نے سب کا اعتبار حاصل  
 کر لیا۔ لب وہ لہن کے نوادرات اسٹیک کرنے کے  
 طریقے سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔

داور کے پاس تمام ثبوت جمع ہو چکے تھے۔ "پان  
 فائل" پہلے ہی اس کے قبضے میں آچکی تھی۔ لب اس  
 گروہ پر ہاتھ ڈالنے کا مناسب وقت تھا۔ اس نے یہ  
 کیس بھی کامیابی سے نمٹا لیا تھا اور آج کل انفران  
 سداد وصول کرنا پھر رہا تھا۔

روا کو اب یاد آیا کہ وہ اسے اتنا برا سرا دیا تھا  
 تھا۔ اسے بے پناہ شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ  
 اس سے زر خرید ملازمی طرز پر ڈنڈی لے رہا تھا۔

کے پیشہ وارانہ فرائض میں نفل ہوتی تھی۔ اس روز وہ سر کو بنگلے پر نہ نہایت اہم افراد آئے تھے جو اس گھر کا بنیادی ستون شمار ہوتے تھے۔ ذرا دیر کے لیے وہ صحن میں رکے تھے "داور ان کی تصویریں بنانا تھا۔ جب وہ اچانک اس کے سر پر آگئی تھی۔ اس وقت غفلت کا مطلب تھا اپنے کئے کرائے پر آپ بانی پھیرنا اگر انہیں ذرا بھی بھگ مل جاتی کہ کوئی سامنے والی کھڑکی سے لن کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ ہر ثبوت ضائع کر دیتے اسی وجہ سے داور نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا کیونکہ اس کے سوا کسی کو اب حق نہیں ہے جس میں آتے تھے۔ داور کی اس حرکت پر ہوا کی آنکھوں سے کئی خوب بیک وقت بہا کھٹے لگے تھے۔ یہ اس نے ہوا نہیں کی وہ کسی قسم کا بھی خلوص مول نہیں لے سکتا تھا۔

ہوا نے قدم قدم پر یہ ملازم کی حیثیت سے اس کی توجہ کی تھی۔ کی ہار و والوں کو غصہ تیا اور انہوں نے داور کی اصل حیثیت بتانی چاہی یہ اس نے سختی سے رازداری کی تلقین کی اور اس کے اعتراض پر انیسویں میں مشکل ہو گیا۔ وہ اس کے تمام کلام۔ عادت سے ملازم کی طرح کرتا تھا۔

حسان اور داور اندر چلے گئے تھے کچھ دیر بعد ارم بھی چلی گئی۔ ہوا خود میں حوصلہ نہیں پا رہی تھی کہ داور کا سامنا کر سکے۔ اقرا آلی ہی اسے زبردستی اندر لے کر آئیں وہ کہنے میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ داور کو دیکھ سکتی تھی پر وہ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا پھیلی کے کونوں میں چراگٹا ٹھونڈا محسوس انداز میں اس کا جائزہ لینے لگی۔ وہ گرے گلر کے کلف لگے کرے شلوار میں لمبوس ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے حسان سے ہتھکڑی میں مصروف تھا۔ اقرا آلی اس کے آگے سے انہیں تھرا رہا راست اس کی نگاہوں کی گرفت میں آگئی۔ اس نے اسے دیکھ کر دیکھ کر رہے تھے۔ بے چینی سی محسوس لانے لگی تھی۔

"تھوڑا دیر بعد تو کبھی ارم کی یہ فریڈ۔" داور نے کہا۔ حسان نے اسے دیکھا۔ "حسان نے دور خلی

کی۔

"خدی سی گلتی ہے۔" داور کی نگاہوں میں اناہا گزشتہ روزیہ لہرایا۔

"ہوں۔" حسان نے ہنکارا بھر لے کر آنا اناہا اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اقرا اور صالحہ پہلے ہی بنی ہوئی تھیں ارم کچھ دیر پہلے اٹھ کر گئی تھی۔

"لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے علاوہ انہا کیا مشاغل ہیں۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ شرمندگی کے ساتھ اس کا سر اور جھک گیا۔

"میں بڑھتی ہوں۔" حسان نے بھٹک کر کہا۔

"اچھا۔ اچھا۔" اس نے سر ہلایا۔

"آگے کیا ارادے ہیں آپ کے۔" اس نے پوچھا۔

"یہ حسان بھائی نہیں آئے میں دیکھتی ہوں۔" حسان نے ہاتھ باہر نکل تکی دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی طرح چھوٹے چھوٹے سوال پوچھتا رہے پر شرمندگی نے مارے بہت سی نہیں ہو رہی تھی۔

ارم کے کمرے سے لوٹے ہوئے باپسی۔ اس نے حسان سے زیادہ اس کا سبب وہاں پہنچا تھا۔ پرانا فاروق اور موجودہ داور اسے عجیب احساس میں ڈال کر گیا تھا وہ اس کے بارے میں سوچتا نہیں چاہتی تھا۔ خود کو بے بس پائی تھی سارے ہتھیار لڑے بیٹھے تھے۔ چھوڑ تکی تھی۔

\* \* \*

میں نے خواب آجمل میں باندھ رکھا۔ دھنک کی ست رنگ پانوں میں سنہری خواہشوں کے رنگین پہن کر سینوں کی مرکز تیرا ہاتھ تھام

صالحہ نے حسان کی بات پر ٹائڈ پر گھبراہٹ میں بیٹھی حسان سے ملے کر رہی تھی۔ حسان بھی خوش تھا حسان اس کی چاہت تھی گھروالے پوچھنے بیٹری اس کی بات جان گئے تھے۔ ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر ہی شادی ہو کر ارم تھا ارم کی زہلی اسے تمام حالات کا علم تھا۔ ارم بہت خوش تھی یہ ان کے گھر کی پہلی اور بڑی خوش

نہی حسان بھائی کی شادی کی تیاریوں میں وہ پیش پیش  
 تھی۔ قاسم پیریز میں وہ ہوا غصہ فٹاں اور حمیرہ کے  
 ساتھ کپڑے جوڑتے اور چوڑی خانہ کھول کر  
 بس آج کل اس کی گفتگو اس قسم کی ہوتی تھی ہوا  
 کو بھی حسان بھائی کی شادی کا شتیاق تھا بھائی کا یہ دھڑلہ  
 پر بھی کسی شادی کی تقریب میں نہیں جی جی کوئی  
 بھائی تھا نہ بہن نہ سوتے رشتہ دار تو لن کے پاس پایا  
 سائیں کہیں جانے دیتے تھے اسے تو کسی رشتہ دار کا  
 نام تک نہیں معلوم تھا۔ اس لیے قاسم اوقات کی  
 یہ دیکھ پیاں اسے بہت پریشان رہتی تھیں۔

ارم کی زبان ہی اسے علم ہوا کہ سالہ آتی نے اس  
 کے لیے چار سوٹ بنائے ہیں اقرارم اور پروا تینوں  
 کے سوٹ انہوں نے خود خریدے تھے۔ پروا تو اپنی  
 چاہت پر شرمندہ ہوئی جاری تھی۔ اس نے سکھ  
 حیات کو قون کیا اور کہا کہ مجھے پاپا سائیں کا فون نمبر  
 تاکہ میں ان سے پوچھ سکوں کہ حسان بھائی کی شادی  
 میں کیا تہنہ دیا جائے؟ اس سے پہلے کہ وہ بھرتیا  
 انہوں نے کٹ گئی۔ البتہ دوسرے روز وہ ہوش کے  
 "وزیر روم" میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"ساما اپنی بی سائیں۔" اس کی آہ پڑھاتے ہوئے

انہوں نے  
 "میں تم سے پاپا سائیں کا نمبر پوچھ رہی تھی کہ لائن  
 ہی بس کنیکٹ ہوئی۔" اس نے بتایا۔

"بی بی سائیں وہ امریکہ سے الینڈ میں سے ہیں کل  
 لگو دی ہیں کافون آئیڈ۔ مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ لن کا  
 نمبر پوچھتا ہوں انہوں نے تاکہ حسان سائیں کی شادی  
 پر کوئی اچھا سا تہنہ دے دیں یہ میں رقم ساتھ لایا  
 ہوں۔" حیات نے موبل سا خاکی لٹخہ اس کی طرف  
 دھرایا۔

پروا نے کھول کر دیکھا اندر ہزار ہزار کے نوٹوں کی  
 چادر لی ہوئی تھی۔  
 "بی بی سائیں وہ امریکہ میں کہہ رہے تھے کہ آپ  
 دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ کتنا بڑا کام ہے۔  
 حیات نے مزید بتایا تو اس کی آنکھیں خوشی سے  
 لگیں۔

URDU PHOTO

اقرارم اور ارم کے ساتھ مل کر اس نے سال  
 بھائی اور ثانیہ بھائی کے لیے نفٹ خریدی۔ سال بھائی  
 کے لیے اس نے میرے کی ٹیکسی سی ٹائی پن خریدی  
 اور ثانیہ بھائی کے لیے قیمتی ٹیکسوں والا سا  
 بھٹ لیا۔ ساجد انکلی اور سالہ آتی ناراض  
 ہو رہے تھے کہ تمہیں ضرورت کیا تھی اتنی قیمتی  
 ٹیکس لینے کی؟ حسان بھائی بھی خفا و رت تھے اس  
 نے شادی میں شرکت نہ کرنے کی دھمکی دی۔  
 انہیں منانا تھا۔ پروا نے ارم اور آتی کے لیے بھی  
 ایک نئے ڈیزائن بونیک سے سوٹ لیے تھے۔ وہ سب  
 اس کے بے غرض خلوص کے آگے شرمندہ ہوتے  
 جا رہے تھے۔

حسان بھائی کی شادی سے ایک ہفتہ قبل پروا نے  
 کالج سے چھٹی لے لی ارم تو پہلی چھٹیوں پر بھی  
 شام کو صوفیاں اور حمیرا بھی آجائیں تو خوب رٹک  
 بننا پروا نے ثانیہ بھائی کی مایوں پر انہیں پہلی بار  
 دیکھا۔ شرمیلی اور دلکش سی ثانیہ بھائی اسے بہت  
 اچھی لگی تھیں۔ وہ یہ وہ ٹھٹھیل سے حسان بھائی کے  
 ساتھ وہ خوب دوست گرد بن گئیں نگ رہا تھا کہ دونوں  
 ایک دوسرے کے لیے تنہا بن گئے ہیں۔

جس روز لڑکے والے منہ دی لے کر آتے تھے  
 بارون وغیرہ۔ دوستوں کے ساتھ مل کر موسیقی کا  
 پروگرام اور پکڑیاں اچھے مہمان آئے تھے کہ ہر طرف  
 لوگوں کا خیر تہنہ مارا سمندر نظر آ رہا تھا۔ ساجد  
 صاحب کا وسیع حلقہ احباب تھا پھر لڑکی والوں کے  
 ساتھ آئے ہوتے مہمان بھی تھے سالہ کے رشتہ دار  
 تھے اقرارم اور حسان کے دوست تھے۔  
 مہمانوں کی زیادہ تعداد کے پیش نظر ساتھ وہ بچلے بھی  
 کرائے پر یک کر لیا گیا تھا۔ حالانکہ اقرارم نے کہا تھا کہ  
 کسی اچھے سے ہوٹل میں تمام فنکشن کر لیتے ہیں۔  
 ساجد اور سالہ پرانے وقتوں کے لوگ تھے پھر حسان  
 کے دلی دادا اس کے حق میں نہیں تھے کہ شادی  
 ہوٹل میں ہو اس لیے تمام اقبالیات کا تمام کہہ دینا  
 کہ کیا تھا۔ "دوسرے بچلے کی وجہ سے خاصی سہولت  
 ہو گئی تھی۔ اس طرف سالہ آتی اتنا برا تھا کہ تمام

مہمان سما سکتے تھے۔ اس لیے بادلوں پر دستوں اور کزنز کے ساتھ اوپر لان میں ہی آرائشی باشی بٹایا تھا۔

ارم اور اقرا تو بچیاں ہی نہیں جاری تھیں دونوں عام حالت میں بھی باہمی گفتی تھیں۔ آرتور بھی غضب و عداوت نہیں۔ پروانے پر مل کرین لائٹ شرت لور ہر رنگ کا دار شراب پیتا ہوا تھا۔ ارم کا بھی بیڈیڈرائن تھا جس اس کے کپڑوں کا رنگ مختلف تھا۔ اقرا آپ نے فل سیلوز وال پورا بلاؤز اور ریڈ کلر کی ساڑھی باندھی تھی۔ تن انہوں نے ہل کھلے چھوڑ کر موٹھے کے کمرے چنے ہوئے تھے۔ کدن کے بھاری سیٹ اور بلکے بلکے ٹیک اپ میں وہ بہت دلربا رنگ رہی تھیں۔ پروانے نے بے اختیار ان کا گل چوما تو وہ جینپ نی تھیں۔ سرخ سرخ سی اقرا آپ اس سے ات بہت اچھی لگیں اور اس کے دل سے توازا بھری ناکش میرا کوئی بھائی ہو تا تو میں آپ کو بھابھی بنا لیتی۔

لڑکی والوں کی آمد پر گلاب کی پتیاں پھوڑ کی آئیں۔ پھر پروانے، ایکنا کہ دو تین جاں دلوں بھی آیا ہوا تھا۔ اس نے ساتھ ایک کپڑے کی خاتون لور دو چاروی پیاری لڑکیاں بھی لیں۔ ارم لور سالہ انہیں خوشنویس توجہ دے رہی تھیں۔ پروانے خود جان مٹی کہ یہ خاتون دلوں کی امی لور لڑکیوں اس کی بہنیں ہیں۔

شاہ کل ارم کے ساتھ ساتھ رہی پروانے عادت کے مطابق اس سے بہت کم بات چیت کی۔ نئے ملنے جانے والوں سے وہ آہستہ آہستہ ہی بے تکلف ہوتی تھی جبکہ ارم میں یہ خوبی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی بے تکلف ہو جاتی تھی۔ داور کی جنوب سے وہ ویسے بھی فری تھی۔ صدف اقرا کے ساتھ تھی جبکہ شہلہ کل نے ارم کو گھیرا ہوا تھا۔ پروانے ایک خود کو تھکا محسوس کرنے لگی۔ صوفیہ اور حمیرا بھی تو ابھی تک نہیں

وہ سوچنے لگی کہ اس کڑی ہو کر بلیتی بھیتی ہے۔ وہ شیوں کا بے حد دیکھتی تھی۔ جب آپسکی سے کوئی اور بھی اس کے زور سے نہ کہہ سکتا ہو تو یہ دلوں تھا۔  
آئے حیرت کوئی دیکھائی نہیں آیا ہے۔

”تب آپ کی سیل کیا کر رہی ہیں۔“ وہ اس کے سبیل کھڑے کو دکھاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا تو پروانے کو اس کے حوالے سے تمام بے بسی پور بے تکی یاد آئی۔ جس کا وہ پہلے مقابلہ کر رہی تھی۔ تب ہی تو وہ اکڑے اکڑے انداز میں بولی تھی۔

”میری مرضی میں آپ کی کپڑوں یا دوسروں کے ساتھ مل کر۔“ اسے ہوں گا جیسے وہ مسکرایا ہو۔  
”ابھی تک وہ شاہان خوب نہیں گئی۔“ وہ اسے جھینر بیٹا تو وہ خاموش ہی رہی۔

”دیکھیں آپ جا میں یہاں سے۔“ داور کو اس کے انداز سے حیرت سی، وہ تو وہ بہت بدلی ہلی لگ رہی تھی۔

”کوئی حکم نہیں دیں گی، کوئی تروڑ نہیں جاری کریں گی۔“ وہ شرارت سے بولا تو وہ محض ابھی۔

”مانا کہ میں کچھ کم مشکل ہوں پر میں ہرگز اپنا اپنا اذان کی اجازت نہیں دوں گی میں آپ کو کیوں حکم دیتے لگی آپ میرے الٹی ملازم نہیں ہیں۔“ وہ ایک ایک لفظ زور دیتے ہوئے بولی۔

”پر آخر کوئی یہ چاہے کہ آپ پہلے لی طرحی سے تھک جائیں تو پھر۔“ داور کا لہجہ بدل گیا تھا۔

”کلیں۔“ وہ بولی بار بار کھائی۔  
”بھادوں۔“ وہ بولا تو پروانے عجیب سا محسوس کرنے لگی۔

”تب آپ کی مشکل میں مجھے ڈال گئی ہیں کہ نکلنے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔“ وہ بے بسی سے بازو دکھا رہے ہوئے بولا تو پروانے حیران رہ گئی۔ نہ جانے کیوں وہ وہاں سے بھاگ گئی۔

حسان کی سائیاں اسے مندی کا کر نہیں تو پروانے اور ارم آگے بڑھیں۔ پہلے ارم نے بھائی کا منہ دیکھا ”مندی لگتی اور ہی رقم کھلو لگی۔ پروانے ایک ساتھ تین لٹو شرارت سے حسان بھائی کے منہ میں ٹھونس دیے وہ احتجاج کرنا چاہتے تھے لیکن ان سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ لٹوؤں کے تھل کے طرف پروانے دوبارہ بڑھتا ہوا داور نے حسان کلائی سے تمام لپٹا لیا تھا۔  
”ہم بھی آپ کے حسان بھائی کے کچھ لیتے ہیں





\*-\*-\*

میں خیر نہ اے بتایا کہ آپ کمالا قاتی کیا ہے  
 ہوا کو خیال کیا کہ حیات ہو گا شاید ہمارا سا میں کا کوئی  
 پیغام لایا ہو یاؤں میں جوتے پھنساتے ہوئے ہوئے  
 ہاتھوں میں لیے اس نے وزیرِ روم کی طرف دروازے کا  
 داور کمرے کے درمیان میں کھڑا تھا وہ پوری رفتار  
 سے بھاگتی تھی۔ حیات کی جگہ اسے دیکھ کر اس  
 حلیمہ شرمندہ سی لگ رہی تھی۔ ہاتھوں میں دھپ  
 اور آگ جوتے پہنے ہوئے پھول پھول سانسوں سمیت  
 داور کو وہ پڑی انوکھی لگ رہی تھی۔

"تو اتنی بے قراری دیتے اپنے لیے مجھے یہ بے  
 قراری اچھی لگتی ہے۔" وہ اسے لہریں اٹھا دیاں تے  
 دیکھتے وہ بولا۔

دیکھو آپ ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"تمہیں کچھ نہ دیکھتا تھا۔" وہ جھٹ بولا۔

"سنو کل ڈھالی ہے تیار رہتا میں تمہیں لینے آؤں  
 کیا۔"

"ایہ۔" تیز رفتاری سے بولی۔

"پاپا تم سے باتیں کروں گا" چچی مہربان، یہوں کا  
 اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں دل میں انداز ہے۔" وہ  
 کمرے کے لیے بولا۔ "یہ انداز کا سنو، یہ لیل  
 "یہ وہ انداز ہے۔" وہ گھبراہٹ میں بولی۔

"اُن سے بھی اجازت لے لیں گا اگر انہوں نے  
 کل تمہیں روک لیا تو چھوٹی کی بات کرنا۔"

"آپ یہیں بات کر لیں میں نہ کہتی ہے۔" وہ دھڑ  
 دھڑ سے موڑنے لگی۔

"یہاں نہیں کر سکتا میں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا بولا۔

"بہر حال کل تیار رہتا میں ڈھالی ہے کہوں گا۔" وہ  
 اتنے پارہ پائی کروا کر چلا آیا۔ کوئی انداز سے کہہ رہا تھا یہ  
 سب محلیہ نہیں ہے۔ دل نے ساری ہدایات تو نہیں  
 سمجھتی تھیں۔ اس نے سپرد کی وہ آواز پر پاپا  
 کہہ رہا تھا۔

\*-\*-\*

دوسرے روز وہ گھر کے کچھ حصے سے لینے آیا وہ  
 چپ چاپ کھڑی تھی۔ وہ کچھ دھڑکتی ہوئی تھی۔

سے باہر دیکھتی رہی دلوں پر چند منٹ تو خاموش رہا۔  
 درختوں سے گھری خالی سڑک پر گاڑی روک دی۔

"اگر ایسی ہی بے اعتباری تھی تو منع کر دیتیں میں  
 تمہیں لینے نہیں آتا۔" وہ صرخ موڑتے چپچی پر دانی  
 طرف ہوا وہ خاموش رہی تو دلوں نے گاڑی واپس  
 لی اور اسے ہوٹل کے کین پر اتار کر چلا گیا اب پاپا  
 احساس ہوا کہ اس نے داور کو ہراساں کر دیا ہے۔

یو کی دو تین دن گزرے تو یہ احساس ابور بھی  
 آیا ارم بھی کالج میں آ رہی تھی اس کے پاس کئی  
 ڈریج نہیں تھا کہ وہ داور سے رابطہ کر کے اس کی  
 بارائش کی داور کرتی۔ ارم سے اپنے احساسات شیڈ  
 اے مناسب نہیں لگا تھا۔ میرا آج درنہ فکشن ہے۔  
 بات کہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ کیا کرے۔  
 اسی سوچنے سے اسے اس کر دیا۔

اور داور پر واک کی اس بے اعتباری پر سبک رہا تھا  
 وہ اسے اتنا خفا تو ہی سمجھتی تھی وہ اسے کما چکا۔  
 کا تب ہی تو رہا۔ ڈر کر چپچی تھی۔ وہ اس سے خفا  
 ناراض تھا۔ اس نے اس کی منہ پر ہتھیاری ڈی  
 اور ڈی ایس لی کے ساتھ ہونے والی باتیں سنیں  
 مانگی طور پر غیر جانبدار رہا تھا۔ اور۔ نے اپنے شہ  
 دیکار بھی تھے۔ کچھ انداز میں پیش آیا تو اعلیٰ افسر  
 یونٹ بنے۔

"میں جان تھا کہ یہ اس ڈیول ہے۔" تلی  
 تلی طاہر بیگ نے خفا سے انداز میں سگرات دے کر  
 وہ الٹ دیا۔

"نہیں سراسر ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے  
 سرکاری مسائل ہیں۔" اس نے یحییٰ والے دے  
 انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ وہوں کے لیے چھٹی کرونی  
 ہے۔ تم کچھ اسلئے مختلف کھیل پر فہم کر رہے ہو۔  
 اسٹیشن پولیس ڈیوٹی کی ڈیوٹی بھی خاصی نف  
 ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے ذہن پر فہم  
 بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ چھٹی کرو اور پانچ روز کے  
 سرکاری مصروفیت بھول جاؤ۔"

ڈی تلی کی سانجھ مرزا نے ہمدردانہ لگاؤ۔

اسے دکھاتا آئی جی لورڈ ایس بی نے بھی ہان کی تائید کی یہاں اسے چھٹی مل گئی یہ اس کا سرخوشی میں وہ اور بھی شدت سے یاد آئے لی وہ حسنین کی طرف چلا گیا کہ شاید وہ تکی ہو مگر وہاں نہیں تھی ارم بھی اپنی پھوپھو کی طرف گئی ہوئی تھی۔ وہ بچے بچے دل سے لوٹ آیا پہلا تجربہ ہی نہ ثابت ہوا تھا کوئی لڑکی اسے اس حد تک اچھی نہیں لگی تھی یہاں تک کہ وڈیرا کل لوار کی بیٹی بھی جسے اس کا سہوے کے بدلے نکاح ہوا تھا اس شخص نے اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں دیکھا تھا کوئی آگ نہیں بھڑکائی تھی بلکہ وہ تو سب کچھ فراموش کر کے پروا کی طرف بیدھا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا انجام خطرناک ہو گا اگر وڈیرے کے کارندوں کو خبر ہو جاتی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے تو وڈیرا بچتا۔ اس کی موت کے آثار ز جاری کر دیتا وہ ایک خطرناک آگ میں کود پڑا تھا یہ تو طے تھا جو بھی اس آگ کے نزدیک آتا اسے لازمی طور پر جل جاتا تھا۔

شروع شروع میں پروا کا حاکمانہ رویہ اسے مست ہوا لگا تھا اور ایک سہ پہر اس نے جب اس کے کمرے میں آکر اسے دیکھا تو لورڈ کو غم و افسوس وہ بہت مضموم لڑکی تھی۔ اس میں عام لڑکیوں والی چلائی اور ہوساری نہیں تھی جس طرح سے وہ اسے غم دیتی تھی ایسے تو وہ اپنے ماتحتوں کو بھی نہیں دیتا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ اسے خطرناک اور پر اسرار تو ہی سمجھتی ہے۔ اس کی تمام جاسوسیوں کی اسے خبر تھی جان کر اس کے منہ سے اذمنی فقرے پھسل جاتے لورڈ جب وہ اس کی حیرات پر غصہ ہوئی بھڑک اٹھی تو وڈیر کو بڑا لطف آتا۔

اس دن سہوے وہ کھڑکی میں کھڑا تھا تو وہ اچانک ہی تکی تھی۔ وڈیر کی اس حرکت پر اس کی آنکھوں سے پانی بارشوں جھانکا تھا۔ بے اختیار ہی لہرائی تھی اور جس وقت وہ روتے ہوئے چہرہ اس اترتی گئی تھی تو وڈیر کا دل نے اختیار چلا کہ اسے اصل بات بتائے اس نے تکی کا "ایس بی" لکھا تھا اسے سب بتائے ہر عمل آؤں آئی تھی یہ وہاں سے لے کر اس کی سوجوں پر

قابض رہی تھی اور جب سڑک پر وڈیر کا اس سے سامنا ہوا تو اس کی حیرت دیکھ کر وہ بہت مضموم ہوا مگر حسنین نے اس کی باصلحت کا بتایا تو وہ کتنی شرمندہ ہوئی تھی لورڈ جب وڈیر کے کھلے انکسار پر اس کی پائلیں جھکی تھیں تو اس کا دل کتابے ایمان ہو گیا تھا۔

\*-\*-\*

ارم پر بے ایک جلتے بعد آئی تھی پروا کو دیکھ کر حسنین وہ لگی تھی۔ اترا اترا چو اور مرعانی رخصت یہ پہلے والی پروا تو نہیں لگ رہی تھی۔ ارم اسے ساتھ لے آئی تھی جہاں اس کے کمرے پروا نے وڈیر کے ذاتی کمرے اور اس کے فون کمرے کوٹ کر لیے تھے کسی حد تک اس کی قسلی ہو گئی تھی اب اسے فون کرنے کا مسئلہ تھا۔

وڈیر نے وڈیر اس نے ٹکر کے آفس سے اس کے کمرے فون کیا تو کسی عورت نے اٹھایا اس نے بند کر دیا اس وقت تو یقیناً وہ اپنے آفس میں ہوتا ہو گا اس صبح کے تحت اس نے وڈیر کے آفس کا نمبر پائل کیا جو سب الیکٹرانک ورلڈ نے دے دیا تھا اس نے بتایا کہ ایس بی وڈیر ذاتی چینیوں پر ہیں۔ ٹکر اسے مضموم لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا کیونکہ پروا کے چہرے سے پریشانی صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔ تیسری بار اس نے وڈیر کا ذاتی نمبر پائل کیا اس نے ہی بریج کیا۔ "میلو وڈیر ذلی ایس بی کنگ۔" وہ اپنے مخصوص رعب دار کنبے میں بولا۔

"میلو میں پروا بول رہی ہوں۔" وہ سری طرف اس کی توازن سنتے ہی پروا کا لہجہ بھرا لیا تھا وڈیر نے لائن منقطع کر دی وہ بھی کچھ کم اتار بہت نہیں تھا وڈیر نے وڈیر پروا نے فون کیا موبائل فون کی کھینچ رہی تھی پر کوئی اسے فون نہیں کر رہا تھا وہ سمجھ گیا کہ وہ بیان کر رہا تھا کہ اس نے کوئی قیامت تو نہیں اٹھائی تھی جو وہ بول کر رہا تھا۔ پروا اس کی بار بار سننے لے پال سے پریشان ہو گئی تھی وہ بچے اور لڑکیاں تھیں "نالی فون بھی نہیں کر سکتی تھی" ظرافت و اذیت اسے لگتی تھی۔

اس روز صبح ارم نے اسے بتایا تھا۔ وڈیر بحالی کی

فیملی میں اس کے گھر ڈنر ہوا ایک بندہ اس نے خود ہی ارم سے کہا کہ وہ اس کے گھر جانے کی ارم خوش ہو گئی تھی۔ اس نے کافی روز کے رہنے کے بعد اتنی بھی اس نے بھی پروا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

وہ نوک آگئے تھے پروا ساری شام اقرار کے ہمراہ تین میں ٹھہری رہی تھی۔ نئی چھوٹے موٹے کاموں میں تجربہ اور مہارت نہ ہوتے ہوئے بھی حتی الامکان ان کی مدد کروانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ روزگت اچھا نہیں رہا تھا پر اقرار نے اس کی ہل گئی کے خوف سے اسے روکا نہیں تھا بعد میں انہوں نے زبردستی اسے کچن سے نکالا اور کہا کہ ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے پاس جاؤ وہ مرے مرے قدم ملے اندر تکی تھی۔

شادی کے پہچت میں بلہ گل اور شاد گل اچھی طرح اس کا جائزہ نہ لے سکی تھیں۔ پھر پروا نے خود بھی بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سادہ گل اور شاد گل نے کرن اسے غور سے دیکھا تھا انہیں وہ بہت اچھی لگی تھی، دونوں نے اسے اپنے درمیان نہ لیا تھا۔ دوا پر ابھی تک اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اچھی طرح اس کا جائزہ لے لیا تھا لگ رہا تھا کہ اس کی نگاہ اس کی بہت برا اثر ڈال رہی تھی۔ پہلے کی نسبت وہ کھلی کھلی نہیں لگ رہی تھی۔

دونوں ہاں شی کو کھولی کھولی سلامی پروا بہت اچھی لگی تھی۔ پروا کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ آئی اسے دونا آ رہا تھا آنسو چھاننے کے لیے وہ بہت پہلے تکی ڈلوور بھی بمانہ بنا کر اٹھ گیا۔ اسے معلوم تھا وہ بہت پر ہی ہوئی اور واقعی وہ وہیں تھی آہٹ سے وہ جان گئی تھی کہ وہی ہو گیا۔ آنسوؤں کے ریلے پر اس نے بیکار بند پاند حادہ آگے بڑھ لیا تھا۔ پروا بچے جانا چاہتی تھی آگے وہ چلنے کی طرح ایسا ہوا وہی خوف اس پر حملہ آور ہوا اگر کچھ نہ ہو گیا تو اسے سہمی گئی۔

اس نے اپنے سے نہیں بچے جاتے ہیں۔ اس نے آنکھوں کو زبردستی بند کر لیا وہ آگے سے ہٹ گیا۔ اس نے خوش خوش تھی پھر ایک لمحہ تاک میں تھیں، پچھنے چاہتے تھے کہ وہ پروا کی بات کی اور اس نے اپنے

بچے سنی تو کسی کے لہو تھپانے کا خوف اس کے انہی میں کھڑکی ہار کر بیٹھ گیا وہ پٹ آئی۔ کھلی بارش میں کھلیں مجھے مڑا دے رہے ہیں۔ کھلی بارش میں سے آپ کا نمبر پایا پر آپ تو میری آواز سنتے ہی فون کر دیتے تھے معاف کر دیں مجھ سے ناراض مت ہوں یہ میری ہواشت سے باہر ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیے لہجہ پھر اکیلے لہو کو ترس آ گیا۔ "اگر میری ناراضگی ہواشت نہیں کر سکتیں تو مجھ سے ناراض کر لے والی بات کہیں کر لی ہو۔" "نہ جلدی نہ ہوئی۔"

"وعدہ" داور نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا تو۔

"وعدہ" "ابھی روک کر رہی تھیں کہ ناراض کر نے والی بات نہیں کر رہی تھی اتنی جلدی ہی اپنی بات کو بھٹا دیا۔" "یہ کیا بات ہے میں نے" "وہ پریشان ہو گئی۔" "اب تم میرا بیان خراب کر رہی ہو۔" وہ آہستہ سے بولا تو وہ ابھی نظروں سے اٹک رہی تھی داور کی آنکھوں میں شرارت رقصاں تھیں۔ "میں جاؤں۔" وہ ہاتھ موڑ رہی تھی۔ "ابھی نگہ نہ کر رہی تھیں، دوا کی ہے۔" داور کا لہجہ بھاری ہو گیا وہ گھبرا گئی۔

"بچے سب شے ڈھونڈ رہے ہوں گے پلیز مجھے ملانے دیں۔" وہ حاجت سے بولی تو وہ آگے سے ہٹ کر گیا جاتے جاتے اس نے پروا کو یاد دلایا کہ کل وہ اسے لینے آ رہا ہے۔

\*-\*-\*

دوسرے روز وہ اسے لے گیا تھا۔ راستے میں اس نے بتایا کہ وہ اسے لے جا رہا ہے۔ ممالور شاہ گل سے ملوانے۔

"تھر میں کل ہی تو ان سے ملی ہوں۔" وہ گھبرا گئی تھی۔

"کل کسی لہو طریقے سے ملی تھیں آج کسی لہو طریقے سے ملو اس کا۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا وہ دونا

گدی تھی کہ کاش آج وادرا سے گھر نہ لے جائے  
 لاکھ اس کی دعا میں اثر نہیں تھا جب ہی تو اس وقت  
 اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی وادرا اپنی مٹی اور  
 بہن کو بلوانے گیا ہوا تھا وہ دونوں کچھ دیر پہلے ہی  
 صدف کی طرف چلی تھیں اس کے کمرے میں بچے کی  
 بلوٹ آج ہی متوجہ تھی اگر مرنے لے بتایا تھا کہ بیگم  
 صاحبہ کا حکم ہے آپ بھی کل صبحوں تشریف لے  
 آئیں۔ اس نے یہ سب سب پروا کو بتایا تو وہ الکی پھٹکی  
 ہوئی۔ اتنی جلدی وادرا کی ماما اور بہن کا سامنا اس  
 کیفیت میں نہیں کر سکتی تھی۔

وادر نے اسے پورا لہجہ دکھایا اور آخر میں اپنے  
 پردہ میں ڈالیا۔  
 ”تم جیسو میں مازم کو آرڈر دے کر آتا ہوں ممان  
 کی خاطر مدارات کے لیے کچھ تیار کرے۔ انا اہم  
 ممان آیا ہے۔ تم تب تک دوستی سے دل بسلاؤ۔“  
 اس نے سامنے بڑے ٹیک کی طرف اشارہ کیا اور  
 چاکیاں کرتے کاجائو لینے لگی بات میں دھوٹ آیا۔  
 ”آرٹ میں نے کہا تھا کہ دوستی سے دل بساؤ  
 خیر۔“

وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔  
 ”تو اچھا لگ رہا ہے میں اور تم ہیں  
 تم کچھ بولو تو میں ترس گیا ہوں تمہاری زبان سے کوئی  
 چار بھری بات سننے کے لیے۔“  
 ”میں کیا بات کروں۔“ وہ کاربٹ کو دیکھتے ہوئے  
 بولے۔  
 ”اچھا میری طرف دیکھو یہ لو اتنی بری شکل نہیں  
 ہے میری۔“ وہ اٹھ کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔  
 ”اچھا میری دلہن بنو۔“ اس نے ایک مشکل  
 حوالہ کر دیا پروا کی نظریہ کے ناخنوں پر ٹپک گئی۔  
 ”میری کہیں میرا امتحان لے رہی ہو کیوں میرے  
 دل کو اتار رہی ہو۔“ وہ جھنجھکیا گیا۔

”میں تم سے بات کروں گا پھر وہ تمہارے گھر  
 نہیں آئی گی۔“ وہ اٹھ کر وادرا کے پاس بیٹھ گیا۔  
 ”میں تم سے بات کروں گی۔“ وہ اٹھ کر وادرا کے پاس بیٹھ گیا۔  
 ”میں تم سے بات کروں گی۔“ وہ اٹھ کر وادرا کے پاس بیٹھ گیا۔

چونگی یہ وہ کیا کہہ رہا تھا بھلا یہ کیسے ہوتا تھا۔ یا  
 سامیں اس کی جلد شادی کی فکر میں تھے اور یہ وادرا  
 اسے کون سی دنیا میں لے جا رہا تھا جنہیں وہ اپنی کا  
 راستہ نہیں تھا یہ انجانے میں دیکھا کر بیٹھی تھی۔ یہاں  
 اسے سب کچھ جانتے پوچھتے ہوئے بھی جو پہلے دلائے  
 تھے کہ وہ اس کی بھراہی کے خواب دیکھنے لگا تھا۔  
 اس کا موڈ اچانک بدل گیا تھا وادرا بھی حیران تھا کہ  
 یہ کیا کہہ سو کیوں ہو گئی ہے۔

”پر کی میری محبت کا انکسار میرا وادرا نہ جانتے تھے  
 بدداشت نہیں ہوتا ہے میں اس لیے گھبرا جاتی ہوں پر کیا  
 کیا جائے تمہیں اس پائلنگ پاگل سے وادرا کے ساتھ  
 ہی گزارا کرنا ہو گا کیوں منظور ہے ناں۔“ اس نے  
 بحث نتیجہ بھی اخذ کر ڈالا تھا وادرا انکسار بھی کر دیا تھا۔  
 ”میں جاری ہوں۔“ وہ اٹھ کر وادرا کے کی طرف  
 بڑھی۔

”یار تم تو ماہیڑ کر رہی ہو چلو آئندہ ایسی باتیں نہیں  
 کروں گے۔“ وہ معصوم سی شکل بنا کر بولا تو پروا کا دل  
 پھٹل گیا ایسی شدت اس نے کہا نہ دیکھی تھی۔

رات اس نے بابا سامیں کو خواب میں دیکھا تھا وہ  
 ایک پنجرے میں بند ہیں اور پنجرے کے باہر لا تعداد  
 گندہی منزلارے ہیں۔ وہ بے ہوش سے سو سو میں گھر  
 مٹتی تھی۔ صبح سے پہلے وہ اس نے یہ کیا کہ  
 چھٹی کی درخواست نکلی اور حیات کو فون کیا کہ وہ  
 آ رہی ہے۔ وہ اس کی اس طرح تھ پر حیران تھا۔ پروا  
 نے سارا خواب اسے سنایا تو وہ اسے کھلی دینے لگا۔  
 ویسے یہ بات بھی تھی کہ حیات سے ملنے کے بعد وادرا  
 بھل گئی تھی۔ حیات بچپن سے اس حوٹلی میں پالا بچھا  
 تھا وادرا سامیں کا وہ چھپتا تھا۔ سنا تھا کہ اس کے  
 والدین خاندانی دلچسپی میں مارے گئے تھے بابا سامیں  
 ترس کھا کر اسے ساتھ لے آئے تھے دو سات سال  
 کا تھا جب حوٹلی آیا تھا اب تو اسے وہیں ملے۔ ملے وہی  
 کے گھر ہو سو دیکھتے ہوئے وہ کہتے تھے۔  
 وہ وادرا سامیں کے برائے میں اپنی شریاں نہیں  
 ہوا اس کی حیثیت ایک لڑکی ہے۔ وہی لے گا وہی

سی تھی۔ چل نواز اس پہ بہت اعتبار کرتا تھا اس کی غیر  
موجودگی میں حیات ہی حویلی کے جملہ اختیارات کا  
مالک ہوتا ہوا تھی اس کی حیثیت سے واقف تھی  
سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ حیات کو عورت ذات  
سے دلچسپی نہیں تھی جلا تکمر حویلی کے تمام مرد ملازم  
اور حیات کے دوست کسی نہ کسی حیثیت سے عورتوں  
سے وابستہ تھے۔

حیات کی عمر اسی بیس سال کے قریب ہو گئی  
تھی پر اس نے ابھی تک شادی کے بارے میں نہیں  
سوچا تھا۔ چل نواز نے تھی بار کہا تھا جس لڑکی کی  
طرف اشارہ کرو گے وہ تمہاری ہو جائے گی۔ اس نے  
شائستگی سے لن کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ پروا کا  
خیال تھا کہ وہ محبت میں ناکامی کا زخم کھائے ہوئے  
ہے۔

\*~\*~\*

”میری خیال ہے کہ ساجد اگلے کچھ جا کر بات  
کچی کر آئے ہیں۔“ صدق اور شاہ نعل نے رائے دی۔  
”نہیک ہے کل چائے میں مجھے تو اس لڑکے نے عاجز  
کر رکھا ہے۔“ نعل نے جواب دیا۔

”میری ارم کی دوست دیکھی تھی تب نے تھی  
بیاری ہے۔“ شاہ نعل بولی تو وہ سوچوں میں گھومتی تھی۔  
”بہن مجھے وہ بھی پڑی اچھی لگی ہے پر ہم اشارے  
کتابے میں اقرا کے لیے نہ کہہ چکے ہوتے تو یقیناً  
میں اسے ہی دارو کے لیے چنتی۔“ انہوں نے ٹھنڈی  
سانس بھری۔

دوسرے روز وہ ساجد صاحب کے گھر چلی گئیں اور  
باقاعدہ طور پر اقرا کو ہونٹانے کی خواہش کا اظہار کیا  
صالح نے رسمی طور پر سچے کی اجازت مانگی۔ اگر  
انہوں نے دلور کو بتایا تو وہ ہنسنے سے انکار کیا۔

”مجھے بوجھ نہیں سکتی تھیں آپ مروتہ نہیں کیا  
تھا۔“ شاہ نعل نے آواز دیا۔

”گو میں تمہارے دشمن کیوں بد فائیس منہ سے  
کہتا ہوں۔“ شاہ نعل نے کہا۔

”مما کہتا ہے کہ میں تمہارے دشمن ہوں۔“ اس نے یوں  
پر ہمارا آواز بڑھایا۔

”آپلی میرا خیال ہے کہ بھلی کسی اور نے  
کھٹکتے کر چکے ہیں تب ہی اتنا غصہ آیا ہوا۔“  
کیا ہو گا۔“ وہ پریشان ہوئی۔ صدف کے چہرے  
سوئی کی پر چھائیاں تھیں۔

دوسرے روز صالح کا فون آیا کہ ہمیں  
پرو پولس منگور ہے۔ باہر چلنے شہر کو تمام  
حالت بتائی تو انہوں نے کہا کہ اب ہم زبان دے  
ہیں جا کر رسم کر آئیں۔ وہ خاندان کی دوسری نو  
کے ساتھ صالح کے گھر چلی گئیں۔

\*~\*~\*

حیات آج دلور سے قاتل بات نہایت کرنے  
تھا۔ ویرا سامیں کا پیغام اسے علی ہانو کے توڑ  
تھا۔ دلور کچھ پر نہیں تھا البتہ ان کی باہر عمر باہر  
بتایا کہ وہ دلور کے سرسری رسم کرنے گئی ہیں۔ وہ  
قد مولا تھا۔ لینڈ کروڑ اتنی تیز رفتاری سے چلی  
تھی کہ تھی ذہن اس کی نگر ہوتے ہوتے بھی نہیں  
نعل ڈیڑا سامیں کو رپورٹ دیتی تھی انہیں ہی  
ان کے جنرل ہینے ہارڈ میں مکمل کر دیا گیا تھا۔  
پارہ ہینے کے بعد چل نوازی اس سے تھری با  
نہایت ہوئی اسے مالک کی ہدایات کو اچھی طرح  
تھیں کرنے کے بعد وہ اپس ہوا۔

دلور وہ نہیں با تھوں سے سر تھا۔ میٹھا ہوا تھا  
رسم کرتی تھیں وہ خود کو تعین لڑکیوں کا مجرم سمجھتا تھا  
ایک جو سلہر میں اس کی منگو۔ کے نام سے چلتی تھی  
دوسری اقرا اور تیسری پروا اس کا خواب اس کی  
جہالت چہنہ جس کے ساتھ اس نے خواب چہنہ  
شروع کئے تھے۔ رہمان صاحب نے صاف صاف کہ  
دیا تھا میاں صاحبزادے شادی تمہاری اقرا سے  
ہوگی۔ خوابوں وغیرہ کو ذہن سے جھٹک دو۔

\*~\*~\*

ارم کا فون آیا تھا۔  
”م تم حویلی جا کر چپے سی گئی ہو واپس آؤ تو آیا۔“  
دلور دست سے ہنڈ ستالی ہوں۔ اقرا آپ کی بات  
ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ طے ہوئی ہے۔ واپس  
جائیں گی۔“

یادگنا موجدوں صورتحال میں ناممکن تھا۔ اسباب مہر  
 سے اس کی دواہی کا انتظار کرنا تھا یہ خیال تو یہی اس  
 کے ذہن میں گھبراہٹ نہیں کہ وہ پری کا نمبر کاغذ پرکارنا  
 سے بھی مظلوم کر سکتا ہے۔ سچ ہے پریشانی میں انسان  
 کو سامنے کی بات بھی نہیں دیکھتی۔

\*~\*~\*

۳۱ اقرانچہ دیر پور روک جلاؤ فراز بھائی اتنے ہی ہوں  
 کے جیسے چھوڑ آئیں گے۔ عجب لے لے سے روکنا  
 چاہا۔ اقرانچہ سے اس کی طرف گئی ہوئی تھی عجب  
 لے لے کا تھا کہ جیسے ڈراپ کرنے کی ذمہ داری  
 میری ہے۔

عجب لے لے فراز بھائی کی آمد کا کچھ پتا نہ تھا پورے  
 مغرب کا وقت ہو رہا تھا گھر سے بیار سالہ کا لون آچکا  
 تھا کہ کسی طرح بھی آؤ تمہاری ہولے والی ساس اور  
 نندیں تکی ہوئی ہیں تھی ہار تمہارا پوچھ چکی ہیں۔

حسن بھائی تو خیر دیوانہ پر تھے ہارون تو رہتا ہی صاحب  
 تھا ورنہ وہ ان میں سے ہی کسی کو بھیج دیتی۔ بمشکل

عجب لے لے حالات لے کر نکلی ابھی وہ سڑک پر کھڑی  
 کسی رشتے اور ٹھیکس کی تلاش میں گھر میں دوڑا رہی

تھی کہ عجب لے لے لڑائی دے لگی یہ ایک نسبتا  
 سنسنی سی سڑک تھی اس وقت تو ٹریفک کا اندرونی

بھی یہاں کم دیا جاتا تھا اسے محسوس ہوا کہ جیسے عجب  
 کی بات نہ مان کر اس نے لٹھی کی ہے۔ رفتہ رفتہ

اندھیرا پڑنے لگا تھا وہ دل میں پریشان ہو کر کہت  
 انگریسی کا ورد کر رہی تھی جب وہ مارکیٹ چیشول والی

پیارا اس کے عین نزدیک آکر دی اور آواز کھلا اور اس  
 میں سے گن بھڑا رہا ہر گھلا وہ پچھلے بنے کا ارادہ کر رہی

رہی تھی کہ اسی گن بھڑا رہے چپے سے ایک  
 اور شخص باہر نکلا اور اس کے منہ کو باٹھول سے دبا کر

گاڑی کے کچلے دوڑا رہے سے اندر دھکیلتے لگا اقرانچہ  
 جو اس قفل ہونے لگے۔ رہی سہی کسر گوردھارم میں

بھیکے اس بدل لے پوری کدی جو اس کی ناک پر رکھا  
 گیا تھا۔

حیات نے احتیاط سے اس کا سر اور پوری دھڑاپے  
 شانے سے اٹھا کر میٹ پر ڈالا جو بے ہوشی کے دوران

اس نے جتنسہ قرار رکھا۔  
 "ارم ابھی بتا رہی تھی۔" اس سے رہا نہیں جا رہا  
 تھا۔  
 "نہیں جی یہ تو سربراہ ہے۔" اس نے انکار  
 کر دیا۔

پورا سے رہا نہیں گیا اس نے دلوور کے افس فون  
 کر دیا معلوم ہوا کہ وہ کئی جی کی طرف گئے ہیں۔ اس  
 نے پوری سے رہی پورہ کر دیا۔

"چتا نہیں اس سفر کا کیا اہتمام ہوتا ہے۔" وہ  
 مہمنوں پر غور ہی رکھے سوچ رہی تھی۔ اس نے دلوور  
 کے خیال سے پچھلے چھڑانے کی بہت کوشش کی تھی  
 پور پچھلے مرحلے پر ہی ناقام ہو گئی تھی بے اختیار ہو گئی

تھی۔  
 ابھی تک اس نے اپنے لکھ والی بات دلوور سے  
 چھپائی ہوئی تھی اگر وہ بتا رہی تو جانے اس کا کیا رہی  
 ایکشن ہوتا۔؟

\*~\*~\*

داور تمہارا سا کھانا کھانے کے بعد نہیں سے اٹھ  
 کیا تھا۔ باہر نکل اور رہنما ایک ہوسرے کو دیکھ کر وہ

مگنے اس کا رویہ وہ خوب جان گئے تھے شاید اس کا خیال  
 تھا کہ اس طرح وہ اپنی بات منوانے میں کامیاب

ہو جائے گا۔ وہ بستر پہ جوتوں سمیت لیٹا چھت کو  
 گھورے جا رہا تھا اگر پری کو خبر ہو جائے کہ اس نے

ایک لڑکی سے لکھ کر کیا ہوا ہے اور اوھر گھر والے اس  
 کے لیے ایک اور لڑکی پسند کر گئے ہیں تو اس معصوم

سی لڑکی کا دل جتنا علوث جائے گا۔  
 "کیوں نہ حسن سے مل کر میں ساری بات اسے

بتا دوں وہ اپنے گھر والوں کو کون کس کر لے گا اور چل نواز  
 کی صاحبزادی کو طلاق دے دیا چتا نہیں یہ طریقہ

مناسب ہے یا نہیں پری کو علم ہوا تو وہ شاید زمین  
 پہ لیٹ کر کہے اور میرے خدا میں کیا کر دوں۔"

اس نے چنگ اٹھا کر گھول پر رکھ لیا۔  
 وہاں پہنچے تھے تو آواران سے معلوم ہوا کہ وہ  
 اپنے گھر گئی ہوئی تھی تو پری کا فون نمبر بھی

اس کے لیے اگر تھا۔

ذہنی میں پہلی بار اس نے وزیر اساتیس کے حکم پر کوئی غیر قانونی کام کیا تھا ورنہ اس سے پہلے اس کے ہاتھ صاف تھے۔ چل نواز نے کہا۔

”میرے چائے دلوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے میں صرف تم پر ہی اعتبار کر سکتا ہوں اس لیے تمہیں ہی کہہ رہا ہوں دادور میری بیٹی کا حق ہے، ان لوگوں کو بھلا بدلہ چل نواز نیا سلوک کرنا ہے ان کے ساتھ جو اس کے حق۔ ڈاکو ڈاکے کی کوشش کرتے ہیں دادور اساتیس کا وقت انہی ضمنی تیا بس تم جاؤ صرف علی باؤ کو لے کر جانا اس لڑکی کو جب لے لو تو علی باؤ جیسا کہہ دے کرنا۔“

حیات نے اس بے ہوش لڑکی کو ڈپرے پر منتقل کر دیا تھا وہ کھٹے بعد علی باؤ کو مولوی نعمت بخش کو لے کر لیا۔

”پاپا اس شہزادی کو ہوش میں لاؤ مولوی صاحب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔“ وہ بچوں کو بھونپتے ہوئے بولا تو حیات ابھرتا ہوا اندر چلا آیا وہ پہلے ہی انہر کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اقرا کے سر میں حما کے ت دور سے تھے ایک بیوڑی کی کیفیت تھی کچھ قفل میں نہیں آ رہا تھا کیا دور رہا ہے اور کیوں آ رہا ہے یہ لوگ کون ہیں جو اسے اس طرح انہر کر لائے ہیں ایک رعب دار کرخت نقوش والے قوی کو وہ اندر آتے دیکھ کر سنبھل کر کھڑی ہوئی کرتی ہوئی حوصلوں کی دیوار کو تو تھا مٹا ہی تھا۔

”شکر ہے آپ کو ہوش آ گیا۔“ وہ کمری سانس بھر کر بولا اسے اس قسم رسیدہ لڑکی پر ترس سا آ گیا جو کچھ دیر بعد علی باؤ کی جینٹ چڑھنے والی تھی کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کو شرعی قرار دینے کے لیے مولوی کو بھی لے آیا تھا وہ انہی قد میں والیں تیا۔

”وہ ہوش آ گیا ہے۔“ مختصر انداز کہہ کر علی باؤ کے پاس پہنچا۔

”پہل تو بھی ایسے آگے چلے گئے پھر ادیتے چل کر آگے چلے گئے۔“

ویسے آپ نے فارم تو پہلے ہی پر کر لیے ہوں گے اب تو سائن کرنے کی برسی سی کارروائی کرنا ہے کیوں حیات یہ ٹھیک ہے نہیں۔“ وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف مڑا۔

”وزیر اساتیس کا حکم ہے کہ حیات تمہیں اس مولوی لڑکی سے شادی کرنی ہے۔“ علی باؤ نے جیسے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈلا سائن کرنے اور مولوی نعمت بخش کے جانے کے بعد بھی حیات وہیں بیٹھا رہا۔

”ذو یہ سب غلط ہے۔“ اس کا ضمیر گوارا نہیں کر رہا تھا۔

”ایک تو یہ پردے لکھے لوگوں کے ساتھ بڑی خرابا ہوتی ہے ہر بات میں غلط اور ٹھیک کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔“ ڈاکو نے اسے ملامت کرتی نگاہوں سے گھورا۔

”ذو یہ شادی گن بچا بچہ ہوئی ہے۔“

”پاپا کون سے گن بچا بچہ؟“ علی باؤ نے اس کی پیشین پر رو اور رکھ کر کھڑا تھا کوئی بھی تو نہیں۔“ وہ طنز کیا۔

”تم نہیں جانتے سکو سے ڈنو انہر شدہ لڑکی کی مجبوریاں بھی تو گن بچا بچہ ہی ہوتی ہیں۔“ وہ نے ٹھکے انداز میں بولا تو ڈنو نے ہاتھ اٹھا دیے۔

”بس کرو یہ کتابی باتیں زہر لگتی ہیں مجھے ان کتابی اقوال نے کیا دیا ہے ہمیں یہ حرف ہمیں مدلی نہیں دے سکتے۔ تیار کی میں وہ اساتیس دے سکتے۔ کیا دیا ہے مجھے ماسٹر میں آگیا کس کی ڈگری نے۔“ ڈنو کئی سے ہنسنا اسے رہا نہیں گیا۔

”جی نا کالی کا الزام تعلیم کو مت دو۔“ حیات نے اسے ٹوکا۔

”اچھا نہیں دیتے تم تو میں سے ہو تو تمہاری بی بی لویلی دو گن انتظار کر رہی ہوگی تمہارا۔“

اس نے جہاں سے حیات کو آنکھ باری۔

حیات کو پہلی بار تج وزیر اساتیس کے اس عمل سے اختلاف ہوا تھا۔ روتی ہوئی اقرا کو دیکھ کر یہ احساس اور بھی شدید ہوتا چلا تھا وہ بارے ہوئے جواری کی طرح ننگے فرش پر بیٹھی گھٹ گھٹ کر رو رہی

اقرا کے کہٹھاں اور توتہ ٹاپ لینے نلی تمیں۔

\*~\*~\*

فون کی ٹیل مسلسل بج رہی تھی شہنشاہ نے اندر سے اٹھ کر فون اٹھایا کوئی اجنبی اور سڑی آواز تھی۔  
 "سنا ہے کہ آپ کی ہونے والی بھانجی اغوا ہو گئی ہے۔"

"ایا۔" شاہنشاہ نے کہا تھوں میں ریسیور لڑا۔

"ہاں اقرار ساجد کو اغوا ہوئے آن تیسرا دن ہے حیرت ہے آپ کو پتا ہی نہیں۔" دوسری طرف سے طعنے کہ گرا لائن کاٹ دی گئی۔ اس نے اندر آکر ہاں کو بتایا رہنماں نامشورہ تھا کہ فون کر کے پوچھتے ہیں جبکہ ماہر کل کا کہتا تھا کہ ان کے گھر جا کر اٹھل صورت حال معلوم کرنا ضروری ہے۔

ساجد صاحب نے پھینکا ضروری نہیں سمجھا تھا بیٹی کی سسران کا معاملہ تھا وہ ہاں ٹنگے چھپاتے۔  
 "یاد رکھتے کہ وہ میں داور سے بات کرتا ہوں وہ پتہ نہ پتہ ضرور کر لے گا۔" رہنماں نے ساجد کو ٹیلی فون کیا۔ ملے کل سناٹے کے پاؤں تھیں۔ اس پر اسرار ٹیلی فون کیا۔ کا ذکر ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اس وقت یہاں بھیجی ہو گئی تھیں۔

"اقرار بیٹی کو تاوان کی وجہ سے اغوا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور ہی قصہ لٹکتا ہے یوں محمد دوس ہو رہا ہے اسے اغوا کرنے والے آپ کی عزت کے ورپے ہیں کم از کم اس ٹیلی فون کل سے تو کسی قتل ہے۔" رحمان پر خیال انداز میں بولے۔

"میں نے تو تاق کسی کلاں تک نہیں دکھایا نہ کسی سے سخت لہجے میں بات کی پھر ایسا کیوں ہوا ہے؟" ساجد رد پڑے۔

"خود کو کہو کہ تم اگر حوصلہ چھوڑ دیتے تو تمہاری لڑائی کا کیا ہو گا۔" رحمان نے ہن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا۔

اقرا کے اغوا کے بارے میں سن کر داور لہ نہ نشی نہیں ہوئی جائے اسے نہیں سمجھ لے۔ اغوا کیا گیا تھا ہاں یہ ضرور تھا حال وہ نہ ہو نہ ہو۔ آزاد ہو کر رہنے کا تاحات شاہنشاہ نے ایسے ہی نہ فرس

"کیسے خدا را حسب کر جائیں مجھ سے ہدایت نہیں ہو رہا ہے۔" وہ ٹنگٹوں کے بل اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تمہیں کیا خبر میں کیوں مدد ہی ہوں جن کے زیاں ہوتے ہیں وہی دیتے ہیں تم تو نہیں مدد سے ہو گئے۔" قہقہہ کوئی نقصان نہیں ہوا ہے مجھے تو یہ بھی ظلم نہیں ہے کہ مجھے کس جرم کی سزا ملتی ہے تمہیں معلوم ہے میرے گھر والوں پر کیا قیامت نازل رہی ہوگی۔ اور ہو جاو میری نظروں سے اپنے بھتیجاں سے تمہیں لپٹا لیا گا واسطہ۔" اقرار بیٹی پر۔ دل پہ شہ پر ہوجاے گا اٹھ گیا۔ علی ڈونچا پکا تھا پھل اسی طرح گن لینے باہر گیٹ پر ٹھل رہا تھا۔

\*~\*~\*

"خدا را میری بیٹی کو کہیں سے لے آئیں کل صبح گئی تھی اور آج رات کے دس بج گئے ہیں خوب کا کہ اتنے دور تو نہیں ہے۔" سناٹے پر عجیب سی بات کہیں سے ہماری تھی بل تمام رات کوئی بھی نہیں سو گیا تھا سناٹے نے غریب کے بعد پھر خوب کے گھر فون کیا اس نے کہا کہ نالی پر ہو گئی ہے اقرار کو گھٹنے ہوئے۔ اس وقت غم اور کے گھر والے جانے گئے تھے انہوں نے پھر فون کیا اور بارہن کو بھی دوڑایا رات کے آٹھ بج رہے تھے اب تو خوب بھی پریشان ہو گئی۔ بارہن بھی پچیس واہیں آیا تمام رات تھیں باپ بیٹے اقرار کی تلاش میں ہر ممکن جگہ گئے ہتھی کے ڈر سے وہ تھانے بھی نہیں جاسکتے تھے خود ہی کو ششیں کر رہے تھے۔

حسان اس معاملے میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے رہا تھا اور آج رات کے دس بج گئے تھے اقرار کا کہیں بھی نامہ نشان نہ تھا معاملہ کی حالت بہت خراب تھی وہ باہر پھرتے ہوئے ہو رہی تھیں ٹائیپ سی انہیں سمجھنا کہ اس کی توجہ خود ہی ہے حوصلہ دہری بھی ساجد صاحب جیسے جب تھے بدنامی کا خوف کسی حیرت کی طرح ان کے گھر کو جکڑتے جا رہا تھا نہ جانے کیا ہونے والا تھا پھر خود ہی اقرار اور داور کی کسی کی رستم آگے والی کسی کی ماہر کسی سلسلے میں



بعد میری شادی ہے میں اب مزید آپ کو ہر شے  
نہیں رکھنا چاہتی۔ وہ گھبرے گھبرے انداز میں اس  
کے حواسوں پر ہلکی کر اٹھی۔

"پری جانتی ہو اس جھوٹ پہ میں تمہارا کانا ۱۰  
لکھا ہوں۔" وہ سخت گتے میں بولا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں، مقررہ کانا ۱۰  
تن کے بعد نہ ہی ملیں۔"

"پری پری مجھے لگتا آگے لا کر تم پیچھے نہیں ل  
سکتیں میں اس رقیب کو جلانے سے مار دوں گا۔" وہ  
مجھ سے چھیننا چاہتا تھا۔

داور نے سختی سے اس کے شانوں کو تھام لیا تا  
تھلیف کی شدت سے پروا کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔

"پری کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے کہیں  
ستا رہی ہو میں سچ کہہ رہا ہوں جو بھی ٹھیک ہے اور  
تمہارے درمیان آیا زندہ نہیں بنے گا۔" وہ سختی سے  
واپس پر دانت جما کر بولا تو پروا کو جھڑپوں سی آگئی۔

رقابت کی آگ میں جھلکتا ہوا داور تھا۔

"شاید میں ہی تصور داری، دن بھر آپ کی بے بس  
افرواکی نہیں کر لی چاہیے کسی شاید مجھے ارم نہ دے گا  
ہی نہیں ماننے کا ہے تھا لیکن ایم سووی ایک شرمیلی سوری  
داور آپ کسی بھی اچھی سی لڑکی سے شادی کرے گا  
بہول جائیے گا کہ کبھی نہ ہی آپ بولی تھی۔" وہ ہنس  
حوت سے بول رہی تھی۔

"پری اس وقت میرے سامنے سے ہٹ جاؤ واپس  
چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ چند منٹ بعد ہی یہاں تمہارا  
لاش نظر آئے۔" وہ دوندے کی طرح غرایا تو اس کی  
آنکھوں میں آنسو آئے۔

"یہ بیسی محبت ہے آپ کی دو مجھے زندگی سے محروم  
کرنا چاہتی ہے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اب  
آپ بھی رہی ہو۔" کسر پوری کرنا چاہتے ہیں میں بہت  
برے برے جواب دیکھ رہی ہوں اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھی  
بارے میں کتنے نہیں میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھی  
ہے۔" نہ تو از سنی ہے۔ ایسے عالم میں مجھے آپ کا  
تصور ہی زندگی بننا ہے اور آپ مجھ سے اتنی زیادہ  
نفرت کرتے ہیں۔" اس نے آنسوؤں کو روکنے کی

بھارتی ہے۔  
ہوا کو بھی بلج لہو نہ تھی علم ہو گیا تھا کہ اقرا آتی اغوا  
ہو گئی ہیں ارم کو کالج ہی نہیں ارمی تھی ضوئیاں اور  
حیرانے بتایا تھا کہ اقرا آتی کو معلوم افراد نے اغوا  
کر لیا ہے اور اب ہم نام کا ذکر کر کے سب کو بتا رہے  
ہیں ان کے تمام رشتہ داروں، ملنے جلنے والوں اور  
دوستوں کو اس واقعے کی خبر ہو گئی تھی پروا کو احساس تھا  
کہ وہ سب اس وقت کسی قیامت سے گزر رہے ہوں  
گے وہ گھر جا کر لن کے زخموں پر ٹھک پاشی نہیں کرنا  
چاہتی تھی اس نے داور کو فون کر کے کہا کہ وہ اسے صبح  
وارڈن سے اجازت لے کر یک کر لے اسے بہت  
ضروری بات کہتی ہے۔ آفس میں حاضری دے کر دس  
بجے کے قریب وہ اسے لینے آیا۔ وہ اس وقت  
سرکاری گاڑی میں بیٹھ کر سیرت کیا تھا۔

گوشش نہیں کی تھی۔ داور کو اپنے منہ کی  
صوتی کا احساس ہوا۔

"دارو میں مجھے ماکہ تب کی جلن تو ختم ہو۔" وہ اس  
کے سامنے آئی، داور نے بے اختیار ایک ہاند اس کی  
گھر کے گرد جامل کر کے اسے خود سے قریب کر لیا۔  
"اپنی زندگی اپنی مدح کو کیسے مار سکتا ہوں۔" وہ  
گھر کے کچے میں بولا، پروا اس کے شانے سے تھی  
سکپیں بھرتی رہی بعد میں اس کی انتہائی قربت کا  
خیال کرتے ہی اس سے دور ہوئی تھی۔

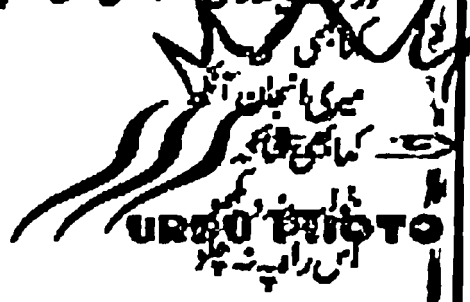
گھر کس کے گل کی بدھنکی دلا۔ "وہ سرشاری  
سے بولا کچھ دیر پہلے کی بے زاری جو پروا کے انکشاف  
کے باعث اس کے وجود پر چھا گئی تھی لیک ایک اس کا  
خاتمہ ہو گیا تھا۔

\* \* \*

منو کشاں آقا اپنی کے منکبیر کا کیا نام ہے۔ اس  
نے پوچھی منو کشاں سے پوچھا تھا۔  
"جہیں جہیں ہمارے جہیں جہیں بتایا۔"  
"جہیں جہیں بتایا میں سمجھ گئی: وہی جہیں ہمارے  
کہا تھا کہ وہ اپنی تو سر پرانوں کی اس پر حاش  
ہو گیا ہے وہ تو کائنات ہی نہیں آری ہے۔"

"وہ حسان بھائی کے دوست ہیں جو اسٹیشن  
پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایس پی آفیسر ہیں۔ بے  
کھٹنگ سے پار وائی داور زنی۔" منو کشاں ماتھے پر  
ہاتھ مار کر بولی تو ہوا جیسے کسی گھر کے منور میں پھرانے  
کا۔

"داور زنی سے تعلق ابتدا سے ہی غلط تھا اس میں  
جہیں کبھی کبھی تمہیں یاد کروں گی کبھی بھی نہیں۔ اچھا  
ہی ہوا میں نے کسی فریڈ سے تمہارا ذکر نہیں کیا اور نہ  
رسول کی اور مامت ہی میرے جے میں آئی۔ تمہارے  
تصور کو کچھ اندر ہی اندر نہیں دھن کرنا پڑے گا۔"



جہاں پاؤں ٹنگا رہا تھا  
اور رتے بھی خار ہو جائیں  
اتنے خواب نہ دیکھو کہ  
انہیں آنکھوں میں رہنے کے لیے جگہ نہ ملے  
مگر خواب دیکھو دیکھو کہ  
میری آنکھی سے انجمن آنکھوں نے  
درا ہوتا سیکھ لیا ہے  
دل نے درد سنا سیکھ لیا ہے  
جذروں نے سرد رہا سیکھ لیا ہے

\* \* \*

داور دیوار سے ہوش ملنے لیا پروا نے انکار کر دیا  
ملنے سے سامنے ہی نہیں آئی اس نے تھی بار بار دہن  
کے آنس فون کر کے اسے بلوایا وہ ریپور تھا  
خاموش ہی رہی وہ ہیلو ہیلو کر رہا گیا ابھی وہ پروا کے  
اس منہ پر کھول ہی رہا تھا کہ اسے ایس تکی نے کسی  
حیات کے آنے کی اطلاع دی جو اس سے فوری  
ملاقات کا خواہش مند تھا۔  
"لے تو فوراً" اندر۔ اس نے آج تخت یا جھٹ  
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔  
"سام داور سامیں۔" حیات سلام کر کے بیٹھ

کیا۔  
"تو کیسے آتا ہوا۔" وہ خشک لہجے میں بولا۔  
"داور سامیں ڈراما سامیں نے کہا ہے کہ بی بی  
سامین کے حق پر جو ڈاکا ڈالے گا اس کا ماں ایسا ہی  
ہو گا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ بی بی سامین  
کو دو ہفتوں کے اندر اندر لے جائیں ورنہ بہت برا  
ہو گا۔"

حیات کے لہجے میں کھلی دھمکی تھی وہ بھول کو جیسے  
کسی نے اس کی دیکھا ہی۔  
"حیات اپنے سامیں اور ڈھیری سے کہہ دو کہ جھٹ  
بہ بند امن منکور نہیں ہے تین ہفتے کے اندر اندر میں  
ملاقات کے کاغذات تیار کر کے پہنچا دوں گا۔" وہ زہر  
خند لہجے میں بولا تو حیات کا چہرہ مسخ ہو گیا وہاں تک رہا  
تھا جیسے ابھی خون چھلک پڑا۔  
"آقا کو تو ہم نے عزت دیا ہے نہ عزت

ہو تو ملے۔

”جئے ایس پی سے کہہ دیا ڈیری تپا تپا میں  
اس سونا کی شکل دیکھنا چاہتی تھی۔“ وہ غصے سے  
کہتی دلیس لیڈ کرڈر میں بیٹھ لی تھی۔

\*~\*~\*

صالہ بیگم بار بار اقرا کو ہاتھ لگا کر اس کے  
یقین کر رہی تھیں۔ اقرا کی اس اطلاع نے غمزدہ  
ہوش از اس پر تھے کہ اس کا نکل ہو چکا ہے۔  
”یہ کیسے ہوا تم مجھے بتائیں اس کی شکل دیکھنا میں  
زندہ نہ چھوڑتا اسے۔“ حسان کا خون کھول رہا تھا۔  
”بھائی جان وہ کہہ رہے تھے کہ دلور ان کی ڈویری کی  
امانت ہے اور جو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا وہ  
حشر کریں گے اس کا ملازم وہاں باتیں کر رہے تھے کہ  
دلور نے ان کی ڈویری سے نکال کر لیا ہوا ہے اور لب لبر  
رہا ہے۔“ اقرا نے تفصیل بتائی۔

”اوہو“ اسے یقین نہیں آیا تھا۔

”میرے دلور نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔“ وہ ابھی تک  
بے یقین تھا۔

”بھائی جان یہی سچ ہے اس سچ کا پتا اگانے کے لیے  
میرے خوابوں کے پتوں میں کہیں چھپ گئی ہیں۔“  
دھڑکی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

\*~\*~\*

حیات اس کی ضد پر اسے داور کے گھر لیے جا رہا  
تھا۔ کل پردا کو دے بھی چلے جانا تھا وہ بس ہلکا سا  
کے تخت پر گرہ اچھے شخص کی شکل دیکھنا چاہتی تھی  
اسے اس کی حیثیت یاد دلانا چاہتی تھی۔ حیات نے  
بتایا تھا کہ ایک معمولی سا افسر ہے۔ گاڑی جب گیٹ  
سے اندر داخل ہوئی تو تب وہ اپنے خیالات سے چونکی  
اور گرد کا ماحول مانوس لگ رہا تھا۔

”جلاو اپنے ایس پی کو بلا کر لاؤ۔“ وہ بونسی گاڑی  
سے نکلے گئے کھڑی تھی۔ اکرم کو ابھی طرح یاد تھا  
یہ لڑکی پہلے بھی آپکی تھی پر تب تو وہ اتنی اکڑی اکڑی  
تھیں تھی۔ اندر سے دلور کا ماحول اور شاہ گل تینوں  
ساتھ اٹلے تھے اکرم کے چلنے کا انداز ہی ایسا تھا۔  
”ہری تمہ“ وہ حیرانی کے مارے میں کہہ سکا۔

”میں بتائیں گے جی لی ساہیج دلور آپ کے درمیان  
ہے۔“ حیات حیرت زدہ ہوں سے نکل گیا تھا دلور نے  
مرحام لیا۔ اسے حیات کے الفاظ یاد آئے۔  
”اقرا کو ہم نے عزت بتایا ہے۔“ اسے اصل  
بات کی۔ تک پہنچنے میں ایک لمحہ ہی لگا تھا۔

”سجاد“ رانا“ دلی میرو جیپ فوراً“ ٹکاب۔“ وہ  
اندھ می طرفین کی رفتار سے کیلو میٹر میں گیا تھا رتب  
تک حیات نکل چکا تھا اس نے حسان کو فوراً فون  
کر کے کہا تھا کہ اقرا کا سراغ مل گیا ہے اس نے سکر  
کے ڈی سی کو فون کر کے مدد طلب کی تھی۔ حالات کے  
ڈش نکتہ صرب حسان کو لے کر جا رہا تھا۔

ڈیرے پر انہیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں  
کرنا پڑا تھا صرف پل ہی تھا جس نے ہتھیار ڈال دیے  
تھے پل پہلے ہی غائب ہو چکے تھے اقرا اندر بھی حسان  
کو پہنچنے سے پہلے تھا سب بڑے کچھ بچھڑی تھی۔ ہری طرح چپڑیں  
بارتی ہو چکی تھیں۔ پل بھی جس کی آنکھیں خون رنک  
ہو رہی تھیں۔ اسے ابھی تک سمجھ نہیں ہو سکا تھا کہ  
اس کی بہن کو کس قصہ کے لیے اغوا کیا گیا ہے۔ پل  
نے تشدد کے بعد بھی زبان نہیں کھولی تھی۔

\*~\*~\*

”لی لی ساہیج یہ ہے آپ کا پاسپورٹ اور یہ ہے  
کلٹ آپ بس پرسوں تک چلنے کی تیاری کریں یہاں  
اب آپ کے خیر خولہ کم ہی ہیں۔“ حیات کے کہنے میں  
محسوس کیا جانے والا دکھ تھا اس نے پردا کو جیادیا تھا کہ  
اس کے شوہر نے رہنمائی کرانے سے انکار کر دیا ہے  
اور اسے طلاق دے رہا ہے اسی وجہ سے اس نے پل  
نواز کے حکم پر پردا کے لیے راتوں رات امریکہ کے  
ویزے کا بندوبست کیا تھا۔ داور کے لیے ڈویری نے  
جو سزا تجویز کی تھی وہ سب عبرت ناک تھی۔

”حیات مجھے اس شخص کا ایڈریس دے دو میں  
اسے دیکھنا چاہتی ہوں جو مجھے لٹکا رہا ہے۔“ اس کے  
اندھ میں ایک لمحہ طبعیت کی یاد آ رہی تھی۔  
”آپ خود مجھے سنا رہے ہیں لے چلا ہوں  
میں۔“

”لی لی ساہیج کیا تھا نہیں تھا“

جلیبی سائین کی ہیں جن کے ساتھ تپ کا  
فلج ہوا ہے۔ "حیات آج کل سے بولا تو ہزاروں پناہ  
آواز بلند اس کے سر گر گئے۔  
"تو تم ہو جو مجھے ٹھکرا رہے ہو۔" وہ سوجھ بوجھ میں  
ہوئی۔

حیرانی اندر تو بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ "وہ حیرانی  
کے شاگ سے اکل کر اس کی طرف بڑھ۔  
"مختیار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔" وہ الٹی ہاتھا  
کر پڑی۔ شاد گل اور شاد گل حیران تھیں کہ قصہ کیلئے  
ارم کی راست داور سے یوں خاکوں والے انداز میں  
کیوں بات کر رہی ہے۔

"داور زنی ہمیں تو رشتوں کا بھرم رکھنا بھی نہیں  
اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ تم سے کہیں کی  
مجھے طلاق مت۔" تمہارا اصل چہرہ میں نے دیکھ لیا  
ہے۔"

"حیات چلو اور پس۔" گاڑی میں بیٹھ گئی مگر اس  
کی گاڑی گیٹ سے نکلی اور دھر سالہ اور حسان کی  
گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ تینوں ابھی تک وہیں  
کھڑے تھے داور خود کو یقین دلایا تھا کہ یہ وہی پرانی  
ہے جسے وہ چاہتا ہے نکاح کے وقت اس نے تحلیف  
طرح سے نام ہی نہیں سنا تھا اسے اگر خبر ہوتی کہ  
طابری اور پرانی ایک ہی شخصیت ہیں تو وہ کبھی حیات کو  
پاؤس نہ لوثا۔ لہذا وہ حیران گل حیران تھی کہ ہوا بار بار  
نکاح اور طلاق کا ذکر کیوں کر رہی تھی اب اوپر سے  
سالہ حسان اور ساجد چلے گئے تھے ان کے لیٹا پر  
وہی قصہ تھا جو ہوا تو بڑی دیر پہلے سا کر گئی تھی۔

اس نے سر جھٹکا کہ اعتراف کر لیا تھا کہ وہ پراچل  
لواز کو گرفتار کرنے کی خاطر اسے یہ نکاح کرنا پڑا تھا  
حسان کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ پراچل وہی پراچل نواذ کی  
بھی ہے۔ حیران الا تو ایسی ہشت گرد ہے۔

"داور نے پہلے بتایا تھا کہ تمہیں۔" سب  
اسے ملامت کر رہے تھے اس وقت کسی کا بھی سامنا  
کرنے کی پختہ دلیلی نہیں تھا گاڑی لے کر باہر نکل  
گئی۔

URDU PHOTO

حیات کو علی ڈنوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ پراچل  
لواز کو پکڑ لی تھی ہاے کے ہیڈ کو اردو میں کھانے میں زہر  
ملا کر قتل کر دیا گیا ہے۔ اب ہوا سے چھپانے کا کیا فائدہ  
تھا وہ پہلی فلائٹ سے اسے لے کر سیکر پیچا، علی ڈنوں  
نے اسے پہلی فلائٹ سے لے لیا کہ اترا تو اس کے گھر والے لے  
گئے ہیں اور داور اس میں کی باتوں حیران میں بہا پکی  
لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

ہوش میں آنے پر وہ باب کے منہ سے پلٹ  
پلٹ کر اٹھ بیٹھی کہ چھوٹا چھوٹا بھی مل گئے۔  
"حیات تم نے مجھ سے کیوں چھپائے رکھا کہ بابا  
مائیں امریکہ میں ہیں میں ان سے مل تو لیتی ان کا  
دیدار ہی کرتی۔" وہ حائز پر بار بار کر رہی تھی سچ  
کے تمام اخبارات پچل نواذ کی پراسرار ہلاکت کے  
بارے میں بھرے ہوئے تھے۔ پچل نواذ کے پانی  
ساتھیوں کے غمگین ہو جانے کے بارے میں اس کے  
کارٹسے واضح طور پر بیان نہیں کئے گئے تھے۔  
حکومت کی سختی سے حمایت تھی کہ پچل نواذ کی موت  
کو ہٹ کیگت بتایا جائے پھر بھی پراچل باب کے اصل  
روپ سے کسی حد تک واقف ہو گئی تھی وہ سڑکوں کے  
لپے موت کی آدھریاں ہلانے والا خود قدرت کی تخلیق  
ڈوری شہر مدھ گیا تھا۔

\*-\*-\*

"داور ہمیں پراچل کے گھر لے چلو ہم اس سے  
تصویر کریں گے۔" رحمان اور ماہ گل طوطی اس کے  
گھرے میں آئے۔ داور کو اپنے کاتوں پر یقین نہیں  
آتا تھا اس کی نظروں میں ہے اعتباری دیکھ کر رحمان  
بولے۔

"اس میں اس دیکھی کا کیا تصور ہے باب کے گھرنا ہوں  
کی سزا بھی کو نہیں دیں گے تم اگر چلے ہی ہمیں بتا  
دیتے کہ یہ احتمالی قدم اٹھا لگے ہو تو ہم بخوشی اسے  
ہوینا کر گھر لے گئے خیر اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے  
پچل نواذ کے چالیسویں کے بعد ہم بات کریں گے۔"

\*-\*-\*

"ہمیں مہا میں حیات سے طلاق نہیں لے آتی۔  
عدالت بلاؤں گی۔ یہ بات کیا ہویت کیا میں اب ی

بدنامی کا سامنا نہیں کر سکتی۔ جیسا بھی ہے مجھے لعل ہے۔  
 "اقرار دہی ہوئی کرے سے نکلی تو وہ سب ایک  
 دوسرے کا منہ دیکھ کر رو گئے۔

\*~\*~\*

"لیلیٰ سائین شہر سے مسلمان گئے ہیں۔" بھاگ  
 بھری آئے اطلاع دے کر لیٹ گئی۔ پروانے سپا بدھوم  
 کر چڑوان میں رکھا اور پھر آگئی۔ ڈرائنگ روم میں  
 رحمان ماہ کل لور داور بیٹھے ہوئے تھے نہ جانے کیوں  
 اسے سہارے کا احساس ہوا وہ گل کے سینے سے لگ  
 کر وہ ایک بار پھر دھواں دھار دہی رحمان کی آنکھیں  
 بھی نم ہو گئی تھیں۔

\*~\*~\*

چل لواز کے چالیسویں کو ڈیزہ ماہ گزر چکا تھا۔  
 رحمان اور ماہ گل نے فیصلہ کیا تھا کہ اسی ماہ پروا کو  
 رخصت کر کے آتے ہیں۔ صرف لور شاہ گل  
 بہت خوش تھیں انہیں تو پہلے پروا ہی پسند تھی یہ  
 جاننے کے بعد کہ وہ بھائی کی بھی پسند ہے ان کی خوشی  
 میں اضافہ ہو گیا تھا وہ آتے جاتے داور کو چھیڑتیں وہ  
 ہنستے مسکراتے رہ جاتا نہ جانے کیوں اسے پروا کے تیر  
 خائف کر رہے تھے۔

پروا بابا سائین کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی  
 ایک ایک کچھ میں اسے بابا سائین کی منگ آ رہی تھی۔  
 وہ دواؤں میں تمام کائنات سلیقے سے بیٹھ کر کے رکھ  
 رہی تھی جب وہ اس صابن پیچ پھسل کر پہنچ کر اتھا اس  
 نے پوچھی اٹھا کر بڑا حل۔

تھیں داور نئی ولد رحمان نئی پروا چل لواز سے  
 اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ اگر چل لواز کو پولیس  
 کے حوالے کر دے چونکہ کل دن پراچل لواز ہتھیار  
 ڈال رہا ہے اس لیے میں اس کی بیٹی سے نکاح کر دوں  
 گا۔"

"تو تم کو مجھے بابا سائین کے قاتل اسے موت  
 دے گا میں دیکھنے والی ہوں۔" بابا سائین پروا لواز اتنی  
 جلدی کر رہی تھیں کہ اس نے ہتھیار ڈال دیے۔  
 داور نئی کوئی کولب کی سی شکل نہ تھی نہ تھا جو  
 اس کے منہ سے نکلتا تھا اس کے منہ سے پھر کو

ٹھکی میں دھاپا۔

"داور نئی یہ شادی میں ضرور کردوں گی۔"  
 تمہارے دل میں کوئی حسرت ہوئی ارمان نہ رہے۔"  
 نفرت سے بولی۔

\*~\*~\*

صالہ بیگم کے دل میں پروا کی طرف سے گرو پڑنی  
 تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اسے اقرا کا بھرم سمجھ رہی  
 تھیں۔ گھر میں اب اس کا نام لینے پر بھی پابندی تھی  
 حالانکہ باقی سب کی نگاہوں میں وہ بے قصور تھی۔ اقرا  
 نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اسے دیکھ تھا کہ  
 حیات نے اس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔

داور کو یقین نہیں تھا تھا کہ پروا شادی کے لیے  
 تیار ہو گئی ہے اس کی شادی کی بات حسبِ فکس ہوئی  
 تو اسے یقین کرنا ہی پڑا۔ وہ خدا کا شکر کرتا تھا کہ اس  
 نے پری کو طلاق نہیں دی پھر اس کے بعد ساری عمر کا  
 بچھٹاوارہ چاتا۔

\*~\*~\*

داور جب اپنے برائڈل روم میں داخل ہوا تو پروا  
 عام سے انداز میں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔  
 کالور بھاری ہوشہ صوفے کی بیک پر پڑا ہوا تھا پاؤں  
 جوتوں کی قید سے آلو پھولوں بھرے ڈارٹ پر دھرے  
 ہوئے تھے تمام رات وہ اسی طرح پوسنی ہوئی تھی  
 پاؤں سے اس نے موٹی فوج کر ٹانے کی کوشش کی  
 تھی جس کے نتیجے میں تمام ہال پریشان تے اس کے  
 کندھے لور کر رہے پھیل گئے تھے۔ داور کو حیرت سی  
 ہوئی اس کی آنکھیں حیا کے پوجہ سے جھکی ہوئی تھیں  
 نہیں بلکہ بھاگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھ لو میں نے اپنا کما چور کر رکھا ہے کہ تمہیں ہی  
 دلیس بنا کر لاؤں گا لور تمہیں ہاں آگے ہو بھی نہ جانے  
 کے لیے۔" وہ اس کے سہارے روپ کو لگا ہوں میں  
 بیاتے ہوئے اس کے قریب ہی ٹک گیا۔

"تمہارا تھی بری ہو۔" وہ اس کی خاموشی پر بولا تو پروا  
 نے اپنی نگاہیں اس پر سے ہٹائیں۔  
 "کچھ تو اچھی سی بات ہی کہو اور کچھ نہیں تو  
 ناراضگی کا اظہار ہی کر۔" داور نے اس کا ہاتھ تھامتا

پہلے اپنے حساب تو چکا لیں۔" وہ نفرت سے بولی

دواور دلی خیر لن ہو کر اسے سمجھا گیا۔  
"گنن سے حساب۔"

"اتنے بھولے نہ ہو، میرے باپ کو موت کے  
خولے کرنے والے تم ہو، صرف تم اس خوش قسمتی میں  
سمت رہنا کہ میں نے یہ شادی تمہارے حقوق کے  
انھوں مجبور ہو کر کی ہے۔ میں داور دلی میں نے یہ  
شادی اپنے حساب برابر کرنے کے لیے کی ہے۔ مجھے  
علم ہے کہ تم مجھ سے شدید محبت کرتے ہو۔ میں بھی  
پاپا سا میں سے شدید محبت کرتی تھی اور کرتی رہوں گی  
اس سے کچھ نظر کرنا کیا ہے۔ محبت سے محرومی کا دکھ  
محبت پیدا ہوتا ہے انسان سہہ بھی نہیں سکتا وہ میری  
نکلوں سے لو بخل ہو گئے ہیں پر ان کا دکھ ہمیشہ میرے  
سینے میں پلنا رہے گا۔ میں تمہارے سامنے تمہارے  
قرب ہوئے ہوتے بھی نہیں خود سے محروم رکھوں  
گی۔ یہ دکھ یہ عہدی نامہ عمر سو رہن کر تمہیں تڑپانا  
ہے گا۔"

میں خواب بن رات نیند میں دکھائی دیا  
وہ میرا قرب ہو چاہت تو میں اسے جدائی دلا  
تڑپ تڑپ کے وہ مجھے مانگا رہے مجھ سے  
پر اپنے سوانے میں اسے ساری خدا کی دیا  
"تو داور دلی میری طرح تمہیں بھی نارسلگی کی آگ  
میں جلنا پڑے گا اگر تم نے زبردستی بدو رطافت مجھے  
حاصل کرنے کی کوشش کی تو ایسا صرف تم ایک باری  
کر سکو گے۔ دوسری بار میں اس کی نوبت ہی نہیں آنے  
پاؤں گی۔ داور دلی میں اپنا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے  
کھول کی نامہ عمر تم اپنے ذمہ چاہتے رہو گے۔"

روانہ پڑھ رہی تھی۔  
"میری اس غلط فہمی سے کتنی ہو مجھے اندازہ نہیں  
تھا۔" مٹی در بعد داور دلی کو الٹی تو دلخ مند کی کے  
لاچاں سے منجھائی  
"پاپا سا میں کی روح مجھے محبت خوش ہوگی۔"

URDU PHOTO

\*-\*-\*

"تم اچھا ایک بار پھر سوچو حیات میں ان دنوں  
ہے تم ابھی طرح جانتی ہو۔" سائید اسے نفرتی بار  
سنجھا رہے تھے۔

"یہاں اس لائن کا توبی نہیں ہے اس نے یہی  
سکل نواز کے جرائم میں حصہ نہیں لیا یہ ایک پرمال لیا  
دوشن دلیغ فقص ہے۔ میں نے اس کی شرافت اور  
کردار کو پرکھا ہے، میں اتنے دن باہر رہی پر اس میں  
کوئی قابل گرفت بات نہیں دیکھی۔" اقرا اس کی  
حمایت کر رہی تھی سوا نہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔  
"تحلیک ہے میں اسے بلواتا ہوں سادگی سے تمہیں  
اس کے ساتھ رخصت کر دیتا ہوں۔" سائید بولے اور  
ٹیل فون سیٹ کھول کر کہہ کر حیات کا نمبر دیا۔  
پروا کے تو پوری زندگی نہیں بیک رہے تھے۔ اقرا  
حیات کی دین گئی تھی۔ رخصتی تو سادگی سے ہو گئی تھی پر  
دلچسپی پر اس نے تمام کسریں نکل دی تھیں۔ سارا  
انتظام دلی میں کیا گیا تھا لگتا تھا پورا گاؤں ہی الہ کیا  
ہے۔ صلہ کی کھلی قلم ہو گئی تھی وہ اتنی محبت اور  
چاہت سے ہر کام میں پیش پیش تھی کہ انہیں اقرا کے  
غیب پر پیار آ گیا۔ پروا نے کہا تھا کہ اقرا اور حیات  
دلی میں ہی رہیں گے حیات نے انکار کر دیا تھا اس  
نے کہا تھا۔

"میں ڈیرے پر ہی رہوں گا اور پہلے کی طرح ہی ہر  
کام کروں گا۔" وہ خاموشی ہو گئی تھی۔

رات داور داور دلی میں ہی رہے۔ حیات اقرا کو  
لے گیا تھا وہ بے پناہ خوش تھی۔

"بھابھ بھری میں سولے جاری ہوں تمام لانا بھی  
آج کرو۔" پروا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ داور  
ایک دلچسپ میگزین پڑھ رہا تھا اسے اندر آتے  
اور پھر دروازے کو لاٹ کرتے دیکھ کر اسے نیرت  
ہو گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی اور کمرے میں رہے  
گی۔

"خیر اس کا گھر ہے جہاں وہ رہا ہے مجھے آیا۔" وہ  
کندھے اچکا کر دوبارہ میگزین پڑھنے لگا۔ داور وہاں  
سے ٹائٹ اور پسینہ لگتا تھا اسے وہاں رہنا نہ چاہی تھی۔  
چند منٹ بعد تو وہ اپنے الے الے جھانک رہا کہ اولی تو

داور کی نظر بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا  
 حلق سننا اٹھ اس نے نظروں کو موڑ لیا۔ وہ  
 ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر بائیں میں پرش  
 پھیر رہی تھی پھر اس نے دلکشی سی منہ والا اور فریشر  
 کمرے میں اس پرے کیا اور ہلکی تواز میں ڈیک لگا کر  
 آئی تھی۔

جانیں جاناں۔

پریوں جیسا دوسپ دکھانا۔

جانیں جانیں۔

پریوں کی طرح کھو نہیں جانا۔

دوسپ دکھاؤ ہمیں مست مٹاؤ۔

ہوش اڑاؤ جانیں جانیں۔

پروانے ہل جیٹنگ پرش پھینکتے ہوئے وہ بیڈ پر اس  
 کے سامنے لیٹ گئی اور خواہ مخواہی جوڑیوں کو پھیرنے  
 لگی۔ دلور کی توجہ کیسے نہ تقسیم ہوئی خون اس کی  
 کپٹھنوں میں ہوش مارنے لگا تھا وہ شاید اس کے منہ کو  
 آنا رہی تھی۔ داور میگزین پیمینک کر بیڈ سے اتر گیا  
 لورڈ وائڈ کھول کر باہر نکل گیا۔

"اکیس بی صاحب! ارہئے ہیں۔" وہ دہلی میں طنزیہ  
 بولی۔ بھاگ، بھری دکن میں تھی داور نے پانی مانا اور اس  
 وقت اس کی بہاں موجودگی پر حیران تھی۔ بہر حال اس  
 نے داور کو پانی کا گلاس تنہا کیا۔ وہ پانی پی کر چند منٹ  
 وہیں کھڑا رہا اندر ایک قیامت تھی لوریا بھجاک بھری  
 تھی۔ لیوی لاؤنچ کے سواہ تمام کمروں کے دروازے  
 بند کر چکی تھی کیونکہ یہ پروا کا حکم تھا داور کی موجودگی  
 میں ہی بھاگ بھری نے لیوی لاؤنچ کا دروازہ بھی لاک  
 کیا اور اصرار دھڑکے گا تا رہا بھاگ بھری بے چاری بان  
 کے انتظار میں تھی کہ وہ جائے تو وہاں اس تک کر کے  
 سولے جائے وہ خود سے اسے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

دلور کو ہی شاید اس پر رحم آگیا وہ دواہ اسے کمرے کی  
 طرف مڑا تھا شادی سے پہلے پروا اسی کمرے میں  
 پہل سے واپسی پر قائم رہی تھی۔ مجموعی طور پر یہ  
 ایک آرام دہ اور دلچسپ گھر تھا۔ فرش پہ پکا نیلا  
 کارپٹ بچھا ہوا تھا کمرے میں لاؤنچ کے پردے  
 بھی لٹکے تھے اور انٹرنل کمر کا تھا جو پروا کا

پسندیدہ رنگ تھا کمرے میں دائیں ہاتھ پر ایک بان  
 پس صوفہ تھا ایک ڈریسنگ اور ایک ٹیبل تھا دیواروں  
 پر پردا کی پینٹنگیں ہوئی تین چار تصویریں لگی ہوئی تھیں  
 ایک طرف ڈیک لور کمیشنس کا رنگ تھا۔

وہ واپس آیا تو ایک اسی طرح میں رہا تھا اس نے  
 پہلے اسے تک کیا اور کمرے کا جائزہ لیا "لائٹ بند  
 ہو چکی تھی لور سرخ رنگ کا ٹائیٹ جلیب۔ حل رہا تھا۔ وہ  
 خود بیڈ کے پھول بیچ بکھر کر لیٹی ہوئی تھی۔ دلور نے وہ  
 کو احتیاط میں گھرا ہوا محسوس کیا۔ اس نے تکیہ منہ پر  
 رکھا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ ابھی طرح جان دکا تھا کہ اسے پرانا چاہتی تھی  
 اور شکست میں اس کی موت تھی۔ پتا نہیں وہ کیوں  
 اتنی باز تپند ہو گئی تھی۔

دوسرے دن پروانے اقرار اور حیات کو رات کے  
 کھانے پر مدعو کیا تاہم دلور کو بھی روکنا پڑا۔ اس رات  
 میگزین پڑھنے کے بجائے اس کی کمرے سے پہلے ہی وہ  
 دکا تھا۔ پروا کو شدید غصہ آیا تھا اسے اپنے بیڈ پر سوت  
 دیکھ کر اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے کارپٹ پر سوتا  
 بڑے تک کل رات نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا شاید وہ  
 دیکھنا چاہتی تھی کہ داور کتنا کمزور ہے پروا تو اسے پتہ تھا  
 تھا اسے بے حد شرمندگی بھی تھی کہ اس نے کیوں ایسا  
 کیا تھا۔ انتقام لینے کے غمناک کے اور بھی کئی طریقے  
 تھے اس طرح سے تو اس کے اپنے کردار کی کمزوریاں  
 عیاں ہوتی تھیں۔ نہ جانے وہ اس کے ہارے میں کیا  
 سوچتا رہا ہو گا۔ داور کی ہر اسی میں اسے صرف ایک بار  
 ہوا تھا لور وہ اتنی بے حجاب ہو گئی تھی۔

دلور نے پگلوں کی چھری سے پروا کو کھما لور شکر کیا  
 کہ کل والی حشر سامانیوں میں ہیں۔ کلن کے کالے  
 پھولوں والی ہند کے والی شرٹ پہنے وہ معصوم سی پروا  
 لگ رہی تھی جو ارم کے گھر اسے ملی تھی کل والی پروا  
 شعلہ تھی "آگ تھی آج والی پروا جھنم تھی شعلہ  
 تھی۔ کل کل گھٹا میں پھیلی ہوئی تھی آج تھی ہوئی  
 کمر پر چھری تھیں۔

پہلے رنگ ہیں تمہارے پروا لی۔ "وہ دل میں  
 بولا۔ پروا کا تکیہ چاہتا تھا اور کو اٹھا تے چھری کچھ سوچ کر وہ

رک گئی تھی۔ اس نے بید کے اوپر سائیڈ پر سونے کو  
لو لیت دی۔

\* \* \*

و مسلسل دس بارہ روز سے رات کو تقریباً گھر سے  
فاتح ہی رہتا تھا۔ مارگل نے باز پرس کی تو وہ "یہ تو  
میری ڈیوٹی ہے" کہہ کر دامن بچانے لگا۔  
"داؤد یہ مجھے پسند نہیں ہے تم اپنے افسران سے  
مل کر غائب خدا کا دہشتے سے رات کہہ کر تمہاری  
فصل ہی نہیں دکھائی دیتی ہے" اہلرا نہیں تو پری کا ہی  
خیال رکھو۔" مہمانے اسے ڈانٹا تو وہ صل میں بولا۔

"میری کا ہی تو دھیان کر رہا ہوں۔" رحمان کی ڈانٹ  
سننے کے بعد یہ ہوا کہ وہ رات دس ساڑھے دس بجے  
کے قریب آنے لگا وہ لوٹ کر رہا تھا کہ وہ جب بھی آتا  
ہوا شلو گل کے ساتھ لان میں ٹہل رہی ہوتی وہ گاڑی  
سے اترتا تو وہ بے قرار بیوی کی طرح ہلک کر اس کے  
قریب آتی چاہت کے اس مصنوعی دکھلوے پر دلور کا  
دل جل کر خاک ہو جاتا۔

"آپ فریش ہوں میں ابھی کھانا لاتی ہوں آپ  
کے انتظار میں میں نے بھی نہیں کھایا ہے۔" اس کا  
وہ سراپا بلکہ اس قسم کا ہوتا تھا۔ شلو گل اس موقع پر اپنی  
موجودگی غیر ضروری تصور کرتی تھی۔ ترجیح بھی اس کی  
جیب جیسے ہی پورچ کے شیڈ کے نیچے رکی ہوا نے دوڑ  
لگائی۔

"تمہیں کس گاڑی آپ آگئے تھم دیکھا ہے کیا منہ  
رہا ہے۔" اس نے ناراضگی سے کلائی پر بندھی  
پے سٹ وایچ اس کے سامنے کی۔ شلو گل پیچھے کھڑی  
رہی وگرنہ داؤد کا ارادہ اچھی طرح اس کی طبیعت  
مٹا کر لے گا تھا۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں۔" وہ اندر کی طرف  
بڑھتے دلور سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے نفی میں سر  
ہلنے پر اٹھ گیا۔

وہ سو رہی تھی جب مجھے اتنا ناپسند کرتی ہو تو پھر  
میرے قریب کچھ رکتی ہو۔" دلور سو لیجے میں بولا  
اور اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ انکھوں میں حیرانی لیے  
کھڑکی کے اندر کی طرف بڑھ کر اٹھایا۔

بند روم کلور میانی دروازہ کھولا اور اسے اپنے مارشی  
آئینے میں اپنا چھوڑا۔ جب اسے کوئی نہیں بتا تو۔  
سے ڈھککسی کر باہر ہوتا تھا تو وہ اس کمرے کو جائے پناہ بنا  
لیتا تھا یہاں ایک ٹیبل دو کرسیاں اور ایک آرام دہ  
صوفہ پڑا ہوا تھا۔ دروازے کے ساتھ لکڑی کا ایک کتا ہوا  
تھا جس میں کچھ کتابیں اور قاتل خنجر تھیں۔  
وہ ابھی کمرے کے عین وسط میں کھڑی تھی کہ سوچی ہی  
رہی تھی کہ وہ بید سے ایک نکیہ اور چادر اٹھا کر لے  
لیا۔

"یہ ہے تمہارا بند روم اور وہ ہے میرا۔" اس نے  
اشارہ کیا۔

"تم شاید یہ سمجھتی ہو کہ عورت اور حسن میری  
کنوڑی ہے۔" سکھر میں قیام کے دوران تم نے جو  
انداز اپنایا اس سے میرا یہ نظریہ پختہ ہو گیا ہے۔ تم آن  
پو پو اچھل لو انا۔ اگر عورت اور حسن میری کنوڑی  
ہو تا تو میں تم پر اکتفا نہ کرتا تم جانتی ہو کہ میں اسٹیکل  
پولیس چار نمٹ میں ہوں ہمارے پاس اہم اور  
مکمل کیس ہائے جاتے ہیں بڑے بڑے ملہاؤن بجر میں  
سے وا۔ بلہ بڑا تباہ جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی  
ہیں تو یہ عورتیں اور لڑکیاں جب کر قاتل ہو کر ہمارے  
پاس آتی ہیں تو سزا سے بچنے کے لیے بڑی بڑی رشوتیں  
دینا پڑتی ہیں جن میں سب سے بڑی رشوت پناہ آپ  
ہو ا ہے۔

میں اگر اتنی ہی کنوڑ ہوتا ناں تو اس وقت یہاں کھڑا  
ہو کر تمہیں یہ سب بتاتا رہا ہوتا اگر تم انتقام پر اترتی  
ہو تو میں بھی محبت کو بھلا کر ایک انا پسند موزن سلکا  
ہوں پہل تمہاری طرف سے ہوئی ہے کیونکہ میں نے  
تمہیں ہلی تمناؤں سمیت اپنا تھا میں یہ بھی ہرگز  
نہیں چاہوں گا کہ میری بوجھ سے تم اپنی زندگی ختم کرو  
ویسے اس کی فہمیت آگے کی بھی نہیں۔

"مگر تم مجھے اپنے پیار کا مجرم سمجھتی ہو تو بعد شوق  
سمجھتی رہو یہ میری ڈیوٹی تھی جو میں نے ہر حال میں  
پوری کرنی تھی تم سے شادی کی شرط بھی انہی کی تھی  
میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ حیات کلی بار میرے پاس  
آیا کہ میں اس کی داری سے جلد از جلد شادی کر لوں۔



مجھے بالکل بھی غم نہیں تھا کہ ارم کی دوست پروا اصل میں چل نوازی بنی ہے میں نے تو اس بھولی بھالی پری سے محبت کی تھی جو میری بتا رہی تھی کہ وہ ہرٹ ہو جاتی تھی جو محبت سے کدھی بھی تم تو گھل لو رہو۔

وہ انکی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو اتنی دیر سے وہ جو بڑے صبر سے سن رہی تھی آنسوؤں کی صورت میں داور کے سامنے عیاں ہو گئی کتنی بھر محبت سے اس نے پری کا تجربہ کیا تھا۔

مگر وہ اس طرحی قسمی میں مت رہنا کہ میں تڑپ تڑپ کر تمہیں مانگا رہوں گا انتقام سے ذہر کھو لوگوں کو مانگنا میرا مزاج نہیں ہے۔ "وہ طعنے بیساری کا دل کٹ سا گیا یہ کیا ہو گیا تھا بسلا ہی لائی ہو گئی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ داور کی کمزوری ہے اس بل بوتے پر وہ اسے کٹھ پتلی کا بیج نہلاتے گی۔ مگر وہ اسے آنسوؤں کے سمندر میں دھکیل کر چلا گیا۔

\*-\*-\*

داور کے حلقے میں بڑے پتے پتے پر پتالے ہوئے تھے۔ اس تبدیلی کی زد میں وہ بھی آ گیا تھا اس کا بادل زیارت برائے میں؛ وہ تھا جہاں کے حالات اسکی دنوں توجہ کے طائب تھے۔ ماما اور پپا نے کہا تھا کہ پری کو بھی لے جاؤ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ ابھی اسے لھر نہیں ملا ہے جب ملے گا تو وہ اسے بھی لے جائے گا۔ وہ اکیلا کو بیٹہ چلا آیا تھا اس نے بھوت بولا تھا کہ اسے کھر نہیں ملاتے اسے تو پڑا ٹوٹا صورت کھر ملا تھا ایک قیادت تھی کہ یہ کھر آبادی سے ہٹ کر تھلیہ ایک کابج تھا جنگلی پھولوں اور سرسبز ٹوڑیوں سے سجلا۔ اس پاس بادام، اخروٹ، لور سیب کے درخت تھے کہیں کہیں چیری کے شگوفے بھی نظر آتے تھے۔ مجموعی طور پر ارد گرد کا جال پڑا پر سکون داور دماغی تھا۔

دو ہفتے بعد ہی کھر والوں کے مسلسل فون آنا شروع ہوئے کہ میں کو لے جاؤ مارے بندھے وہ واپس آکر کھانے لیا تھا۔ یہ کابج بہت پسند آیا تھا اس کا خیال تھا کہ کھر میں کھانا ملازم رکھا ہو گا جو کھر کے تمام کاموں کے ساتھ ساتھ کھانا بھی پکا ہو گا۔

کوئی ملازم ہمیشہ شے جس پر کبھی تھی۔ وہ دن داور مسلسل تینوں وقت کا کھانا ہو کر سے لا آ رہا اس نے پروا کو خاص فکر نہیں ہوئی لیکن آج جب وہ خود بھی ناشتا کئے بغیر روانہ ہوا تو اسے صورت حال کی سطحی نا احساس ہوا۔ شاہی سے پہلے اس نے شاید ہی کبھی کچن میں قدم رکھا ہو بعد میں داور کے کھر تمام کام ملازم کرتے تھے۔ کھانا ملا گل خود بناتی تھیں۔ پروا کو انہوں نے کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دیا۔

اب دس بج گئے تھے اسے شدید بھوک لگ رہی تھی فریج کھول کر دیکھا تو ہر چیز موجود تھی اس نے کبھی ناشتا اور کھانا بنایا تو نہیں تھا البتہ یہ ضرور معلوم تھا کہ کون سی چیز کیسے جتنی ہے کیونکہ ہو سٹل میں جب کبھی انہیں کھانا پسند نہ آتا تو لڑکیوں کے گروپ خود ہی کچن میں کھس کر اپنی پسند کی چیزیں پکالیا کرتے۔ وہ بھی اس میں شریک ہو جاتی اور بعد کرائی دہی چیز اس وقت یہاں بھی کھانے آئی۔ چائے اس سے ابھی ہی بس پرانہ اور اندھا کچھ جل گئے ہر انہوں نے مزاحمت دیا۔ برتن دھونے کا مرحلہ در پیش تھا وہ بھی کسی نہ کسی طرحی دھل گئے۔ برتن دھو کے وہ سوئی سے پیر آٹھ کھلی آدھری دست بھوک لگ رہی تھی داور اٹھ کر کچن میں تکی ڈیوں میں تمام والیس اور چاول موجود تھے۔ پروا نے فیصلہ کیا کہ چکن پٹاؤ بنایا جائے۔ مرغی دھوئے بغیر ہی اس نے دھیر سا راپلی ڈال دیا اب وہ چلوں گے وہ لٹی سے مشاہدہ تھے اس نے بڑی بے تلی سے کھائے بھوک کے مارے پیٹ میں چوہے دوڑتے محسوس ہو رہے تھے کھا کر وہی وی تن کر کے بیٹھ گئی خود داور کے پیٹہ روہ میں تھا۔

دو سات بجے تک آٹیا پروا کا خیال تھا کہ وہ پھر دھول سے کھانا ساتھ لے کر گئے گا پر آتہ وہ خلی ہاتھ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کافی مہمان نوازی ہو گئی ہے اب مجھے کھانا لا کر دو۔" وہ رعب سے بولتا رہموت کشیل اٹھا کر لی وی کے آگے ہم گیا۔ پروا نے وہی پنجن پاؤ گرم کر کے اس کے آگے لا کر رکھا ایک چھپ کھائے کے بعد ہی اس نے ہاتھ روک دیا۔



آگ ہو گیا وہی خدی اور مغرور پرواہیں مگی تھی۔

\*\*\*

”سائین آپ کیوں یہاں آئی ہیں۔“ حیات کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ وہ خورا پہلا آیا تھا۔

”یہاں میرے باپا سائیں کی خوشبو ہے اور یہ تم مجھے سائین نہ کہا کرو۔“ اقرا تپلی کے حوالے سے ہمارا ایک مضبوط رشتہ ہے۔“ پروا نے بات ٹل دی۔ اقرا لاہور مچی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ حیات بہت پریشان ہو گیا ہے۔

”آپ کو نہیں پتا کہ یہاں کتنا خطرہ ہے ڈرا سائیں گے تو یی بک گئے ہیں وہ کسی بھی وقت آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

”حیات کیلوا اچھی میرے باپا سائیں بہت برے تھے۔“ اس نے امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا جیسو ہانکار کر دے گا۔

”میں چھوٹا سا تھا جب وزیر اسائیں مجھے ساتھ لے کر آئے میں ان کے تمام رازوں کا شریک ہوں پر شریک جرم نہیں ہوں یہ ان کی مہمانی تھی کہ انہوں نے مجھے خویلی تک محدود رکھا آپ کے خاندان میں نسل در نسل دشمنیوں کا سلسلہ تھا۔ وزیر اسائیں کے وہ جوان بھائی مارے گئے تو انہوں نے بھی ہندوؤں اٹھائی ہیں۔ وہ جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتے والوں کی نگاہ میں تھے پھر وہ اس مافیا کے چنگل میں ایسے پہنچے کہ مرے تو دم تک نہ اکل سکے۔ لاہور سائیں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئے۔ سب انہوں نے شرط لگائی کہ لاہور سائیں کو آپ سے شادی کر کے یہاں سے لے جانا ہو گا ہمیں پتا ہی نہیں تھا کہ لاہور میں وہ آپ سے مل چکے ہیں ورنہ اگر کچھ اور دور ہو جاتی تو وزیر اسائیں نے لاہور سائیں کی موت کے آثار چھڑی کر دیے تھے شکر ہے کہ اصل کے ساتھ یعنی لاہور سائیں جس لڑکی کی شادی سے ان کا کہہ رہے تھے وہ آپ ہی تھیں۔“ وہ پوچھنے لگی تھی کہ بہت خوشی ہوئی تھی اچھی لاہور سائیں آپ کو کتنا شکر ہے۔“

پہلے ہی وہ لڑکی کے ساتھ تھیں۔

پریشان ہو گیا۔

”حیات ابھی خود کو یقین دلانے میں وقت نکال رہی تھی۔“ جیسو ہی دھند چھٹی میں چلی جا چکی تھی۔ وہ اسے نے اس چھوڑ کر باہر آگئی۔

\*\*\*

”لاہور یہ میں کیا سن رہی ہو تم نے پروا کو اس کیلے بھیج دیا مجھے آج حیات نے فون کر کے بتایا ہے۔“ کل فون پر اس سے شدید ناراض ہو رہی تھی۔ ”مگر خود گئی ہے میں نے اس سے نہیں کہا۔“

جائے۔“ وہ بولا۔

”لاہور تمہیں پتا ہے حیات نے مجھے کیا بتایا ہے۔“ اس نے کہا ہے کہ پروا کی جان کو شدید خطرہ ہے۔ پتیل نواز نے پولیس کسٹڈی میں بہت سارے چوں، بے نقاب کیا تھا اسی وجہ سے اسے ہلاک کروا دیا گیا اسے ہلاک کرنے والوں نے پتیل نواز کے ساتھیوں، خرید لیا ہے اب وہ خدار پتیل نواز سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں اور پتیل نواز کی اولاد ہے اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ دو چار روز سے حویلی کے ارد گرد مفلوک افراد نظر آرہے ہیں اسی وجہ سے اس نے اقرا کو میکے بھجوا دیا ہے وہ ادھر ہی کھر لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جلد از جلد وہ گاؤں والا ڈیرا چھوڑ دے گا وہ صرف پروا کی حفاظت کے خیال سے رکا رہا ہے اور تم نے اسے۔۔۔ بھیج دیا مجھے تم سے اس حفاظت کی توقع نہیں تھی فوراً اسے لے کر آؤ۔“

مگر گل نے اس کی ہاتھی خاصی کا اس نے ڈال لی لاہور اس پر پریشانوں کے نئے دوا کر گئیں۔ یہ سن کر کہ وہ دشمنوں کے زرخے میں ہے اس کے دل کو کچھ ہوا۔ بھلا وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر کیسے برداشت کر سکتا تھا یقیناً نہیں وہ تو خود ہی باغی حسینہ بنی پھر رہی تھی اس کے نازک احساسات کو روند کر خوش بھی لاہور مشکل میں تھا وہ کیا کرے۔ اگر جاتا بھی تو نہ جانے وہ اس کے ساتھ آئی بھی کہ نہیں۔ بہر حال اس کا ارادہ تھا کہ کل سکر جائے گا۔

\*\*\*

"کپ پیل سے چلی جائیں۔" حیات خطوب  
انراٹھن شل ہاتھ رک کر اس سے التجا کی۔

"تم میرے جانے پر کیوں اتنے زور دے رہے  
ہو؟ تم دو کو غصہ آگیا۔"

"میں داور ساتھیوں کو فون کرتا ہوں آپ کو اگر لے  
جائیں۔"

"تکونی نہیں تم ہرگز کسی کو فون نہیں کرو گے یہ میرا  
حکم ہے۔"

"آخر آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔" حیات  
اس کی ہٹ دھرمی پر سر قہقہہ کر بیٹھ گیا آنے والے  
وقت کا تصور اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ بھی نہیں ہٹا تھا کہ  
حوالی میں کون بدست ہے اور کون دشمن۔ وہ ہوا کے  
سطحے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا وہ ایک  
طرح سے اس کی بدستاری بھی ساقرا کو لاہور بھیجے گئے  
بعد خود بھی تیاروں میں تھا کیونکہ ملازمین کے تیار  
بھی بدلے لے لگ رہے تھے۔

\* \* \*

"یہ دایرہ چل کر نواز کی بیٹی سے بھلا یہ کیسے ممکن ہے  
کہ اس بات پر اس کے کہنا تو ان کی خبر نہ ہو ویسے چل کر نواز  
نے ننداری کر کے احتجاج نہیں کیا ہے ننداری کا مطلب  
موت ہے جس کو وہ گلے لگا چکا ہے اب اس کی بیٹی کی  
باری ہے۔ اسی صورت میں اس کے انتقام کی آگ  
بھجے کی سزا ذرا کلن قریب لاؤ خورشید کا کہنا ہے کہ  
ننداری نے اپنی ساری دولت حوالی کے اندر ہی دفن  
کر رکھی ہے اس نے جگہ کی نشاندہی بھی کی ہے اب  
کو تمہارا کیا خیال ہے؟"

دایرہ چل کر نواز کے غدار ساتھی حوالی میں جمع تھے  
اس وقت وہ ہانسی سے الگ گورام میں اپنا آئینہ  
لاکھ عمل تیار کر رہے تھے۔ آٹھ افراد حوالی کے  
اندگرد مشین تھے جنہوں نے کسی بھی خطرے کی  
محبت میں اپنا جان و مال کو قربان کر دینا تھا۔

خیال تو بدایا گیا ہے کہ نواز دایری کی خیریت  
معلوم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت  
سب کے سب سیاہ لباس میں تھے اور رات کا  
وقت تھا کہ ان کے حوالی پر کچھ کرائوں

نے اپنے بقیہ ساتھیوں کو بلا لیا تھا اس پر ان پر دانا  
چلی تکی تھی بن کا نام لور بھی آسان ہو گیا تھا۔

ساتھ لے جیب سے ایک مڑ ہوا اندر نکالا اور ہوا  
کے دروازے کے لاک میں گھمایا چند منٹ کی کوشش  
کے بعد لاک کلک کی گواز کے ساتھ کھلا اور وہ ایک  
ایک کر کے اندر داخل ہوئے۔

\* \* \*

داور کو حوالی کی سڑک پر گاڑی ڈالتی ہی پھرنے کا  
احساس ہوا پولیس والوں کی حس دیسے بھی بڑی تیز  
ہوتی ہے وہ گاڑی روک کر سائیڈ پر کھڑی کرتے ہوئے  
ڈش بورڈ سے اپنا سروس ریور لور نکالتے ہوئے جتنا  
انداز میں بچتا تھا۔

"وینڈز آپ ریور پیمینک۔" دائیں طرف  
بھاڑیوں سے وہ جو کوئی بھی تھا اچانک ہی کلک کر  
سلٹے کیا تھا۔ داور نے بے اختیار گھبراہٹ سے  
دوڑے ریور پیمینک کر ہاتھ اوپر کر لیے وہ سیاہ پولہ  
اس کی جامہ کٹائی لینے لگا پاکٹ سے اس نے داور کا  
آئی ڈی کارڈ لور سروس کارڈ نکالا اتنے میں ایک اور  
آئی ڈی بھاڑیوں سے نکالا اور پتہ والے کے پاس گھبرایا  
وہ پینسل نامی جا کر داور کی جیبوں سے نکلتے والی  
چینوں کا جائزہ لینے لگا دوسرے نے اس کا ریور پیمینک  
میں کر لیا۔

"ایم سروس ریور تیار ایم ایک شریلی سوری سر  
ہمیں معلوم ہے نہ تھا اس گستاخی کے لیے محض  
خود ہیں۔" اچانک ان دونوں افراد کا الجھیل گیا دونوں  
لے لے سلٹ کیا۔

"میر میں بے لکس تکی حلقہ احمیوں لور یہ انسپلر  
عمر شاہ ہیں۔" اس نے موبائل انداز میں تعارف کر لیا  
داور ساتھ ہی داور کا ریور لور واپس کیا۔

"بھئی یہ سب کیا ہے تم لوگ یہاں اس وقت۔"  
اس کا سوال فطری تھا۔

"میر نہیں تکی جی سکھ نے الرٹ رہنے کے لیے  
کہا ہے۔ دایرہ چل کر نواز کو پولیس کی توہین میں کل  
کہا گیا آپ باتیں ہیں ایسی دل سے داری کی و نامی  
ہوئی دایرہ۔" اس نے ہاتھ میں فانی نام تھا



دلور کا سچا کل بار بار بج رہا تھا۔ سب نے ذیلی دل  
مما اور بھائی کی مٹی۔

"تلی ایم پر اوتار تک یو مائی سن۔" رملن نے اپنے  
میں بیٹے کے لیے غورناز سا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا  
میں نے اخبار پڑھنے کے فوراً بعد تمہارا صدقہ اتارا  
ہے۔" ممہا کہیں۔

"بھائی کب آرہے ہیں۔" یہ شاہ کل تھی۔ دیوار  
حیات کا بھی تین آچکا تھا کہ  
"ہوا سخت خوفزدہ ہے۔"

"ہاں اسے خوفزدہ ہونے اور خوفزدہ کرنے کے علاوہ  
آتا ہی کیا ہے لگتا ہے خوب عبور حاصل ہے اسے  
دوسروں کے احوال پر شل کر دینے میں، ہمیں تیار  
کرنے میں ہمیں بڑا ڈانٹ ہے۔" وہ تھی سے بولا۔

دوبلی دلیپس آتے ہی وہ ہروا کی خیریت معلوم کرنے  
کے بجائے سو گیا اس بھاگ دوڑ سے وہ پری طرح  
تھک گیا تھا کل شام سے لے کر اب تک ایک لمحے  
کے لیے بھی اس کی آنکھ نہیں گلی تھی اب تمکا ہارا  
جسم آرام مانگ رہا تھا۔ بھاگ بھری نے ہی پروا کو بتایا  
کہ داور تو سو رہا ہے اس کا خیال تھا کہ پہلے وہ اس کے  
پاس آئے گا خیریت دریافت کرے گا قصہ دکھائے  
گا، خفا ہو گا، ڈانٹ اپٹ کرے گا اس نے کیا بھی تو کیا  
مزے سے سو گیا اب اسے ہی پہل کرنی تھی۔ انتقام کا  
مٹھکا خیر ماقصور کل ہی اس کے اندر دم توڑ گیا تھا  
جب وہ چاروں چل نواز کی سلاکی کے بارے میں بتا  
رہے تھے۔

خیر دیر تو نہیں ہوئی تھی وقت اس کے قابو میں ہی  
تھا۔ گنگا تے ہوئے اس نے اپنی وارڈ روپ کا جائزہ لیا  
اور بلی پنگ مینڈل سوٹ بیاہر نکالا بدست دھیمین سے  
پلوں میں برش پھیرا آنکھوں میں کاجل لگایا۔ گھنٹ  
اتنی سی تیاری سے اس کا سہارا روپ بدلنا اٹھ کھڑی  
میں پڑی جاہت سے اس نے فیوڑی اور سفید کاغذ کی  
چوٹیاں پائیں اور پتے باز سے نوہ کو اپنے میں  
دیکھا۔

داور کے کمرے کا دروازہ اندر سے اک نہیں تھا

معلیٰ دلو کا مکل کر دلوور ٹکوقت کر رہا۔ اس  
نے چکی بھائی۔ علی دلو نے چار آنکھوں کے قریب کیا  
ہروا کی طرف دیکھا خوف کے مارے ہروا کا سانس  
رک گیا حیات غور شد اور عقیم کی مضبوط گرفت میں  
پکڑ کر رہ گیا اس کی جیب سے ریو الوور اٹھل کر رہ  
اٹے نہتا کر کے تھے جو نئی علی دلو ہروا کی طرف چھا  
فلت نے ہروا کے بغیر آزاد ہونے کے لیے داور اکایا  
فلت لات عقیم کے پیٹ میں ہار لی اسی لمحے باہر سے  
ڈاکو لیاں ملنے کی نوازیں آنے لگیں۔

"ڈاکو ہری آپ۔" ساٹھل چنگ۔ علی دلو نے چار بلند  
گیا ہروا نے جان بھالنے کی آخری کوشش کی اور بیٹے  
نے چپکے چھلانگ لگائی اگر اسے ہراسی بھی دیر  
تھ جائی تو اس وقت اس کا وجود دو حصوں میں تقسیم  
تھ چکا ہوتا ڈاکو چار بیٹے کو چھٹا ہوا بیٹے چلا گیا کڑا ک کی  
گولا تکی اور گڑی ٹوٹ گئی اس نے دوبارہ چار اٹھایا  
اور ساٹھ شیل کے قریب کھڑی ہروا کی طرف چھا اس  
سے پہلے کہ وہ وار کرنا رو شدان کا شیشہ چٹکا اور ٹولی  
پیدا تھی اس کے پاس ہاتھ میں گلی چار اس کے پیچھے  
چھوڑا کر اور ہونٹ چھوٹے کمرے کی طرح ڈکراتا ہوا  
چلے کر گیا اس کا بیٹو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

"سب لوگ ریو الوور پیٹنگ کر ہاتھ لور اٹھائے۔  
حیات تم چھپا رہے ہیں میں کرو۔" دلوور کی آواز گونجی اور  
خود بھی رو شدان سے چھلانگ مار کر اتر گیا۔

صبح ہو چکی تھی تھانہ صحابیوں اور فوٹو گرافرز سے  
بھرا ہوا تھا۔ قادی آفسر نے دلوور کا اس تعاون پر شکریہ  
دا کیا۔ محافی حضرات نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا  
اور فوٹو گرافر تصویریں بنا رہے تھے۔ اعلیٰ افسروں  
تھانے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شام کے  
اخبارات میں یہ خبر پوری جزیات کے ساتھ چھپی کہ  
ریو الوور نواز کے ہائی ساتھیوں کا سرخند علی دلو  
دور سے گولا چلا کر قتل کر دیا گیا ہے داور کی  
پانچوں ششوں کا بھی قصہ ذکر تھا اور اس کی تصویریں  
چھپی چھپی چھپ چھپ کو پتا چلا کہ کل نوازی  
کے قتل کے لیے اس کا ہاتھ لگا تھا۔ محافیوں نے اس  
حوالے سے اچھی خاصی کتابیاں بھی گڑھلی تھیں۔

**\*\_\*\_\***

تسلیں پوری ہو گئی ہیں۔ ”وہ مزید پوچھا۔ وہ اس کے

”جی جناب ایسے نہیں تو ایسے ہی سی۔“ اس نے  
 باخ سی جسارت کر ڈالیا تو پورا گلابی ہو گئی وہ جان کئی  
 بھی کہ اب مزید راہ فرار نہیں ہے اور وہ فرار چاہتی بھی  
 اب بھی۔